تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

فراغت کا غلط تخیل

جب ''فارغ'' کا لفظ آتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس کا مفہوم سمجھنے میں لوگ غلطی کریں، دارالعلوم [illegible] ایک ایسی تعلیمی مدت تو رکھنی ہی چاہئے تھی، جس مدت کو آپ طے کرتے اور اس مرحلے سے فارغ ہوتے، لیکن اس موقع پر جو اہم بات آپ سے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ نے اس کا مفہوم یہ سمجھ لیا کہ ہم تعلیم سے فارغ ہوگئے، اب ہمیں تعلیم اور تربیت کی کوئی ضرورت نہیں تو بلا کسی حجاب کے اور تردد کے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آپ نے کچھ بھی نہیں سیکھا اور آپ کا ادارہ اپنے مقصد میں بالکل ناکام ہے اور ہم لوگ بالکل ناکام ہیں، لیکن جیسا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ نے فارغ ہونے کا یہ مفہوم نہیں سمجھا ہے، بلکہ فارغ ہونے کا مفہوم آپ کے نزدیک بھی یہ ہے کہ آپ اس قابل ہوگئے کہ کتابوں کو ہاتھ لگا سکیں اور حسب ضرورت ان سے استفادہ کرسکیں، بلکہ یوں کہا جائے کہ آپ کو اب علم کے حاصل کرنے کی کنجی دے دی گئی تو زیادہ صحیح ہوگا، آپ اس کنجی کے ذریعہ قفل کھول سکتے ہیں اور علم کے خزانے اپنے پاس جمع کرسکتے ہیں، آپ اس کنجی کو جتنا ہی استعمال کریں اسی قدر وہ کام دیتی چلی جائے گی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

Postal Regd. No. LW/NP/63/2009TO2011
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Vol. No. 48 Issue No.16

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

25 June, 2011

Mobile: 09415786548

Mohd. Akram Jewellers

محمد اکرم جویلرس

Near Odeon Cinema, Lucknow

New
Ph: 2266786
Sana Jewellers
ثنا جویلرس
Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad
۳۰۱/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ ۳
301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

قبا اوننگ
مینوفیکچررس
ٹیررس اوننگ ۔ ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ ۔ لان اوننگ ۔ ڈیموڈینٹ
سل کراسنگ گوری بازار ۔ سروجنی نگر کانپور روڈ ۔ لکھنؤ
Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

Md. Aslam : 9415002532
9335628375
Md. Imran : 9838122052
Md. Rehan : 786737094
Shop : 2613736 - 4046340
Res.: 2226177
Akbari Gate : 2288845
سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ
پروپرائٹر: محمد اسلم
Branch : Nagina Market, Akbari Gate Lko. Mobile : 9839654567 - 9335913718
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

اظہارسن پرفیومرس
IZHARSON PERFUMERS
H.O. Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel : 0522-2258257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

...ed By : Saleh Mahmood, Lko. Mobile : 8953394667 - 8687978740

...Printed & Published by Athar Husain

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۸ | ۱۰ر جولائی ۲۰۱۱ء مطابق ۷ر شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ | شمارہ نمبر ۱۷

اِس شمارے میں

شعروادب		
رحمتِ بے مثال کی لذت	مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی	۲
اداریہ		
ہماری ناکامی ومحرومی کا راز	شمس الحق ندوی	۳
تعلیم و تزکیہ		
اصلاح واستفادہ سے کوئی مستغنی نہیں	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۵
عصر حاضر		
اسلامی بیداری اور مغربی قساوت	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۸
اسرار و مصالح		
بدی کے وجود کی علت وحکمت	مولانا عبدالماجد دریابادی	۱۰
فکرو عمل		
صحابہ کرامؓ کی چند امتیازی خصوصیات اور ہمارا معاشرہ	مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی	۱۳
حقوق و آداب		
حضرات اہل بیت اطہارؓ کے فضائل وحقوق	خالد فیصل ندوی	۱۷
فقہ و فتاوی		
سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۲۰
منزل به منزل		
اسلامی ادب میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت	اقبال احمد ندوی	۲۱
خبر و نظر		
عالم اسلام	جاوید اختر ندوی	۲۵
روداد سفر		
بنگلور کا قیام اور کچھ اہم خطابات	محمود حسن حسنی ندوی	۲۷
اطلاع		
اہل خیر حضرات کی خدمت میں	----	۳۰
اپیل		
اہل خیر حضرات سے اپیل	----	۳۲

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی

(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظم عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

◆ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی ◆ مولانا خالد ندوی غازی پوری

◆ امین الدین شجاع الدین

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007

E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250 • فی شمارہ -/12 • ایشیائی، یورپی، افریقی، امریکی ممالک کے لئے۔ 50$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

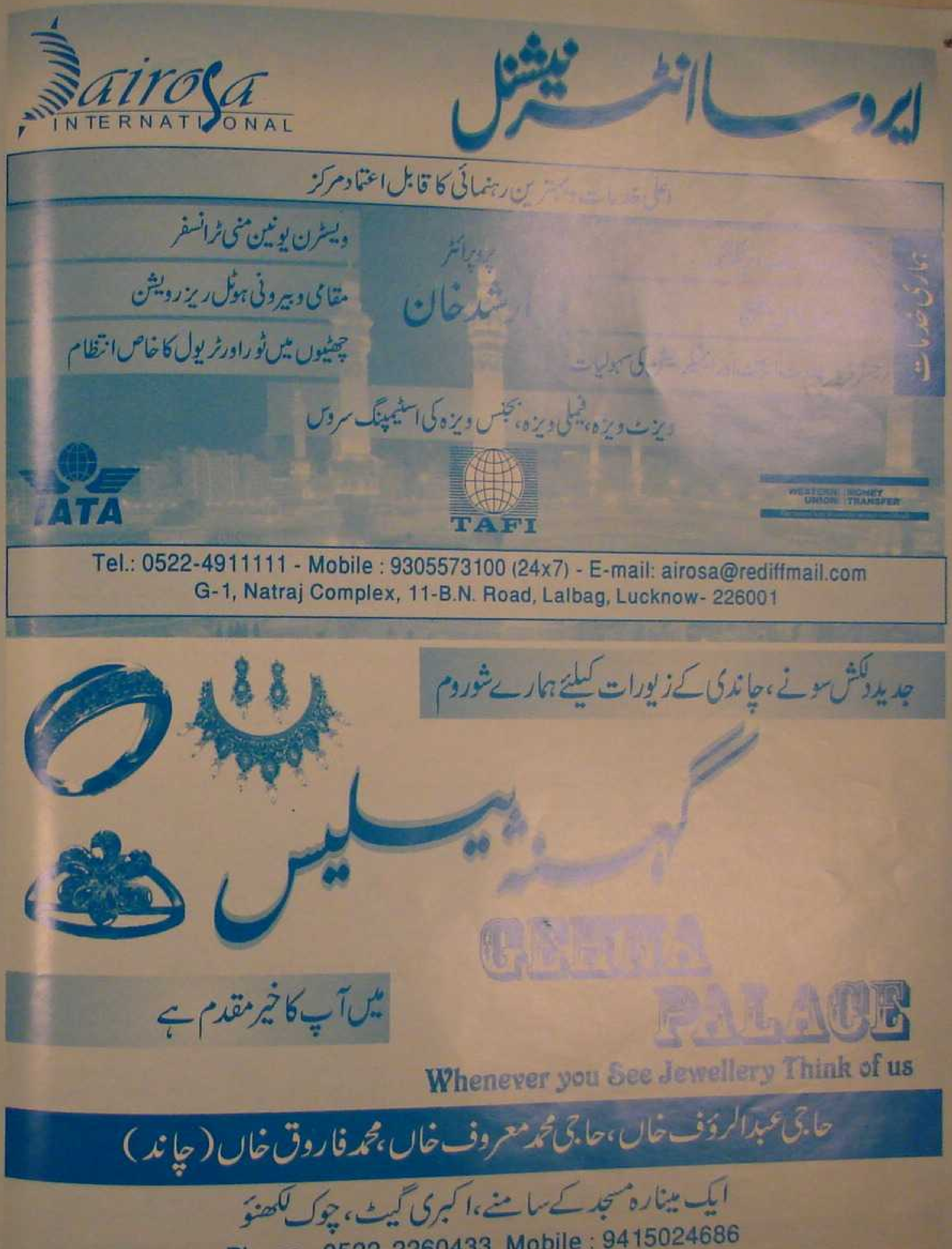

شعروادب

رحمت بے مثال کی لذت

مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھیؒ

کون جانے جمال کی لذت ☆ کون سمجھے جلال کی لذت
ہجر میں ہے وصال کی لذت ☆ نقص میں بھی کمال کی لذت
روح پر وجد ہوگیا طاری ☆ اللہ اللہ سوال کی لذت
ہے محبت سے جو بھی بیگانہ ☆ جانے کیا ملال کی لذت
ہو گئی تیز عشق کی پرواز ☆ قال میں اب ہے حال کی لذت
ہر بن مو پہ کیف طاری ہے ☆ واہ رے امتثال کی لذت
غم میں بھی بخشتی ہے کیف وسرور ☆ ذہن کے انتقال کی لذت
دولت بندگی جسے نہ ملی ☆ جانے کیا عرض حال کی لذت
کیا انوکھی ہے کیا نرالی ہے ☆ عشق میں احتمال کی لذت
جس نے چکھی نہیں وہ کیا جانے ☆ ہے عجب انفعال کی لذت
رکھتی ہے ان کے در پہ سربہ سجود ☆ مقصد بے مثال کی لذت
روح اڑنے لگی مسرت سے ☆ اف صدائے تعال کی لذت
عاصیوں نے بھی خوب ہی لوٹی ☆ رحمت ذوالجلال کی لذت
ان کے ذکر لطیف کے آگے ☆ گرد ہے کیف و حال کی لذت
کاش ملتی مجھے مقدر سے ☆ سوز عشق بلالؓ کی لذت
ان کا جو ہوگیا وہ پاتا ہے ☆ رحمت بے مثال کی لذت
عشق والے ہی اس کو پاتے ہیں ☆ روز و شب ماہ و سال کی لذت
لذت بندگی کے سامنے ہے ☆ ہیچ سب حال و قال کی لذت
بندۂ خاص حق کو ملتی ہے ☆ دولت لازوال کی لذت
مست رکھتی ہے رات دن احمد ☆ مجھ کو ان کے خیال کی لذت

☆☆☆☆☆

اداریہ

ہماری ناکامی ومحرومی کا راز

شمس الحق ندوی

اس وقت عالم اسلام میں مختلف دینی ودعوتی تحریکیں، ادارے اور جماعتیں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے سرگرم عمل ہیں، اسلامی علوم وفنون اور دعوتی موضوع پر رسائل واخبارت اور کتابوں کا ایک سیلاب امڈ رہا ہے۔ مختلف منصوبوں کے تحت کثرت سے کانفرنسیں اور سیمنار بھی ہو رہے ہیں مگر اس کے جو نتائج سامنے آنے چاہئیں اور ان سے امت مسلمہ کے اندر جو حرکت ونشاط پیدا ہونا چاہئے وہ نہیں پیدا ہو رہا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟

ظاہری اسباب ووسائل کی کمی نہیں ہے، نہ مال ودولت کی کمی ہے، اس لئے کہ عالم اسلام کے بعض ممالک خوش حالی کی اس منزل میں ہیں جہاں بڑی صنعتی ترقی کے بعد پہونچا جاتا ہے، اس امت کے افراد کمزور وناتواں بھی نہیں ہیں ان میں قوت مقاومت اور سپاہیانہ صفات بھی موجود ہیں، قربانی کا جذبہ بھی ہے جس کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے، عددی ونفری حیثیت سے بھی وہ کم نہیں ہیں، علم وثقافت کے میدان میں بھی بعض ملکوں میں ترقی ہوئی ہے۔

ہم غور کریں اور جائزہ لیں تو ان میں سے کسی چیز کی کمی نہ نظر آئے گی، پھر کیا کمی ہے جس کی وجہ سے یہ سارے وسائل خاطر خواہ فائدہ نہیں پہونچا رہے ہیں۔

جہاں تک دشمن کی سازشوں اور معاندانہ کارروائیوں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کا تعلق ہے تو وہ بھی کوئی نئی چیز نہیں ہے، اسلام اور مسلمانوں کو ہر دور میں اس طرح کی مشکلات بلکہ اس سے سخت محاذ آرائی کا سامنا کرنا پڑا ہے اور اس سے زیادہ مشکلات وشدائد اور آزمائشوں سے گذرنا پڑا ہے، اسلام کے راستہ میں اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کے راستہ میں ہمیشہ کانٹے بچھائے گئے ہیں اور خون کے دریا سے گذرنا پڑا ہے؛ لیکن وسائل اور طاقت وعدد کی کمی کے باوجود کس طرح گذشتہ عہد کے مسلمان حالات پر غالب آئے اور اس عہد کے مسلمان مجبور ومقہور ہیں؟

اگر ہم حالات کا بے لاگ جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ کمی اس یقین وایمان میں آگئی ہے جو ان تمام مذکورہ چیزوں کو مفید وکار آمد بنانے کی طاقت بخشتا ہے، ایمان ویقین اور توکل واعتماد علی اللہ ہی وہ جوہر اصلی ہے جس نے امت مسلمہ کو عروج بخشا تھا اور جب وہ بہت تھوڑے تھے، انگلیوں پر گنے جاتے تھے اور ان پر خطرات کے بادل چھائے ہوئے تھے، اتنے کہ اس کی صحیح وسچی تصویر کشی قرآن کریم نے ان الفاظ میں کی ہے: ﴿تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَکُمُ النَّاسُ﴾

مگر وہ ایمان کے پکے اور اخلاق وکردار کے بلند مقام پر تھے وہ فرشتہ صفت جہاں کہیں جاتے اپنی انہیں صفات سے جانے پہچانے جاتے، یہ بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار ہی ان کا مقدمۃ الجیش ہوتے تھے جس سے وہ دلوں کو جیت لیتے تھے، شمشیر وسناں اور تیر وکمان کو استعمال کرنے سے قبل ان کی نگاہ مومنانہ ان کے دلوں کے پار ہو جاتی تھی، مسلمانوں کی اس طاقت کو اس عہد کے لوگوں اور ان کے دشمنوں نے سمجھ لیا تھا، مورخ ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ جب ہرقل کو شام پر مسلمانوں کی لشکر کشی کا علم ہوا تو اس نے اہل شام سے کہا: یہ لوگ ایک نئے دین کے پیرو ہیں، کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تم میری بات مانو اور ان سے شام کے نصف خراج پر صلح کر لو تو روم کے پہاڑ تمہارے قبضہ میں رہیں گے، اگر تم نہ مانو گے تو وہ تم سے شام بھی لیں گے اور روم کے پہاڑ پر بھی دباؤ ڈالیں گے۔

واقعہ نہاوند میں عراق پر فوج کشی کے وقت جب حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا: ”امیر المومنین اس دین کی نصرت وعدم نصرت تعداد کی کمی یا زیادتی کی بنیاد پر نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کو اس نے غالب فرمایا ہے، یہ اس کا لشکر ہے جس کو اس نے غالب فرمایا اور فرشتوں کے ذریعہ اس کی مدد فرمائی ہے حتیٰ کہ وہ اس شان کو پہونچا، ہم سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، وہ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا اور اپنے لشکر کی ضرور بالضرور مدد کرے گا“۔

اسی اعتماد ویقین کی بنیاد پر وہ اپنے کو خطرہ میں ڈالتے تھے، حیرت انگیز کارنامے انجام دیتے تھے اور ان سے خرق عادت واقعات پیش آتے تھے اس بھروسہ ہی کی طاقت پر انھوں نے دجلہ میں اپنے گھوڑے ڈال دیئے تھے اور اطمینان کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اس طرح پار ہو گئے تھے کہ جیسے خشکی پر چل رہے ہوں اس عقیدہ واعتماد نے ان کے اندر اطمینان اور دل میں سکینہ کی کیفیت پیدا کر دی تھی اور وہ خارق عادت شجاعت وبہادری کے مالک بن گئے تھے اور تعداد وتیاری کو چنداں اہمیت نہیں دیتے تھے، ان پر یہ عقدہ کھل گیا تھا کہ وہ دین کی طاقت سے لڑتے ہیں، غلبہ وکامیابی اسلام کی برکت سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا وہ اس کی پوری حفاظت کرتے تھے اور مکمل دین کی تیاری کرتے تھے۔

احمد بن مروان مالکی کا بیان ہے کہ جنگ شروع ہو جانے کے بعد صحابۂ کرام کے سامنے دشمن اتنی دیر بھی نہ ٹکتا تھا جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ نکالا جائے، انطاکیہ میں جب ہرقل کا شکست خوردہ لشکر آیا تو اس نے ان سے کہا تم مسلمانوں کے بارے میں بتاؤ کیا یہ انسان نہیں ہیں؟ اہل لشکر نے جواب دیا: ہاں! وہ انسان ہیں، تو اس نے پوچھا وہ زیادہ ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ ہم ہر اعتبار سے ان سے کئی گنا بڑھے ہوئے ہیں، اس نے پھر کہا: کیا بات ہے کہ تم شکست کھا جاتے ہو؟ تو ان کے سرداروں میں سے ایک معمر شخص نے کہا: اس کا سبب یہ ہے کہ وہ رات میں نمازیں پڑھتے ہیں اور دن میں روزے رکھتے ہیں، جو وعدہ کرتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں، نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں، عدل وانصاف کا معاملہ کرتے ہیں۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، حرام کے مرتکب ہوتے ہیں، عہد کو توڑتے ہیں، غصہ ہوتے ہیں، ظلم کرتے ہیں، خدا کو ناراض کرنے والی باتوں کا حکم دیتے ہیں، جو باتیں خدا کو خوش کرنے والی ہیں ان سے روکتے ہیں اور زمین میں فساد پیدا کرتے ہیں، یہ ساری تفصیل سن کر ہرقل نے کہا: تم ٹھیک کہتے ہو۔ اسی ہرقل نے ایک ایسے شخص سے جو مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گیا تھا، مسلمانوں کے حالات پوچھے تو اس نے کہا ان کے حالات کا ایسا نقشہ کھینچوں گا کہ جیسے کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، سنو!

”وہ دن کو شہسوار اور رات کو عبادت گذار ہوتے ہیں، بغیر قیمت دیئے کسی کی کوئی چیز نہیں کھاتے، جہاں پہونچتے ہیں پہلے سلام کرتے ہیں، جس سے جنگ کرتے ہیں ایسا جم کر لڑتے ہیں کہ اس کا قلع قمع کر دیتے ہیں۔ یہ صفات سن کر ہرقل نے کہا: اگر سچ کہتے ہو تو یقیناً وہ ہمارے تخت وتاج کے مالک بن جائیں گے“۔

آج مسلمانوں کی ناکامی کا سبب اسباب ووسائل کی کمی نہیں، اس کا سبب ان صفات سے تہی دست ہو جانا ہے جن کا ذکر اوپر ہوا، ان سارے وسائل وذرائع کے ساتھ ساتھ ضرورت ہے احکام شریعت پر کاربند ہونے، دلوں کو یقین وایمان کے وعدوں پر اعتماد وبھروسہ اور دل کی انگیٹھیوں کو عشق ومحبت کی تپش سے گرم کرنے کی۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب سیرت نبوی ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کی زندگی کو نمونہ بنایا جائے جس کی ایک جھلک اوپر کی سطروں میں گذر چکی۔

اگر ہم اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھال لیں جس میں صحابۂ کرامؓ کی زندگی ڈھلی ہوئی تھی تو ہماری کوششیں مفید وبار آور ہو جائیں گی اور حیرت انگیز نتائج سامنے آئیں گے اور باہمی افتراق وانتشار جیسے مسائل از خود حل ہو جائیں گے جن کے سبب امت مختلف خانوں میں بٹ گئی ہے۔

☆☆☆☆☆

تعلیم وتزکیہ

اصلاح واستفادہ سے کوئی مستغنی نہیں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

جن لوگوں کو کسی مدرسہ میں پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے، یا وہ کسی بزرگ کی خدمت میں استفادہ اور تربیت کے لیے حاضر ہوئے ہیں ان کو اس کا بخوبی اندازہ ہوگا کہ زمانہ کتنا ہی گزر جائے، اس طالب علم کے لیے اپنے مدرسہ میں کھڑے ہو کر کچھ بیان کرنا یا اس جگہ جہاں وہ استفادہ کے لیے حاضر ہوا کرتا تھا، کچھ عرض کرنا کتنا مشکل کام ہے۔

میری مثال بالکل ایسی ہی ہے، اس لیے کہ میں ہمیشہ اپنے بزرگوں کی خدمت میں اور خصوصاً آخری دور میں حضرت مولانا (شاہ وصی اللہؒ) کی خدمت میں محض اس لیے آتا تھا کہ کوئی ایسی بات سننے میں آئے جس سے دل میں کچھ کیفیت پیدا ہو، یقین میں اضافہ ہو، اس میں ایمانی حلاوت نصیب ہو اور رسم وصورت میں حقیقت پیدا ہو۔

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ کچھ لکھ پڑھ جاتے ہیں یا ان کو کچھ تصنیف وتالیف کا اتفاق ہوتا ہے اور ان کی طرف کچھ نگاہیں اٹھنے لگتی ہیں کہ ہم بھی کچھ جانتے بوجھتے ہیں تو پھر اب ان کو کچھ سننے کی اور کہیں جانے کی اور کسی سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت نہیں تو ان کا یہ خیال بالکل صحیح نہیں؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دور میں بھی اور کسی عمر میں بھی، گمنامی اور شہرت کی حالت میں بھی استفادہ سے بلکہ اصلاح سے مستغنی نہیں ہوتا، ہما شما کا خیر ذکر کیا ہے، جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی صحبت حاصل تھی، جس کو کیمیا اثر کہنا حقیقت میں اس کی کچھ تعریف نہ ہوگی۔ بس یوں سمجھئے کہ ایسی پاک صحبت جس کے بعد کسی صحبت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور کوئی صحبت اس سے بڑھ کر مؤثر نہیں ہو سکتی، مگر پھر بھی صحابہ کرامؓ کو آپ کے بعد ہمیشہ اس بات کی فکر وطلب رہتی تھی کہ اپنے ایمان میں اضافہ کریں اور ہمارے قلوب میں وہی سوز وگداز اور وہی کیفیت پیدا ہو جو صحبت نبوی میں حاصل ہوا کرتی تھی یا کم از کم اس کا اثر یا عکس ہی نصیب ہو جائے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ایک جلیل القدر صحابی کا یہ قول امام بخاری نے نقل کیا ہے: ”اجلس بنا نؤمن ساعة“۔ آؤ بھائی! تھوڑی دیر بیٹھ کر ذرا ایمان کی باتیں کر لیں اور ایمان کا مزہ اٹھا لیں، ایمان کے جھونکے آئیں اور ہم اس سے لطف اندوز ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو بعد والے کیوں کر اس سے مستغنی ہو سکتے ہیں؛ بلکہ واقعہ یہ ہے اور جن لوگوں کو تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ کہنے سننے سے آدمی کے قلب میں ضرور ایک بے کیفی سی پیدا ہو جاتی ہے اور اس میں کہنا سننے سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ سننے سے اتنی بے کیفی قلب میں نہیں پیدا ہوتی ہے جتنی کہنے سے ہوتی ہے۔ اس لیے ایسے لوگوں کو اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ وہ کبھی سامع ہوں قائل نہ ہوں اور کبھی صرف مستفید ہوں مفید نہ ہوں اور کبھی مخاطَب ہوں مخاطِب نہ ہوں اور ہمہ تن گوش ہو کر کسی اللہ والے کی باتیں سنیں تاکہ قلب میں ایسا کیف پیدا ہو جس سے قلب کی زندگی ہے۔

غرض جن لوگوں کو ذرا بھی تجربہ ہے اور ان کے قلوب مردہ نہیں ہو چکے ہیں، وہ خود جانتے ہیں کہ ان کو دوسروں سے ہزار درجہ زیادہ اپنے ایمان کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ والوں کی بات ادب وتعظیم کے ساتھ سننے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ سمجھیں کہ ہم مستغنی ہیں یا ہم بھرے ہوئے ہیں تو ان سے زیادہ محروم وبد قسمت کوئی نہیں۔ بزرگانِ دین نے اس کی ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی فقیر اس طرح صدا لگائے کہ یوں تو میرے پاس سب کچھ ہے، ہمارا کشکول بھی بھرا ہوا ہے، پھر بھی صدا لگاتا ہوں تو بڑے سے بڑے سخی کے اندر سخاوت کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا۔ اس کے لیے تو اسباب کی ضرورت ہے کہ اپنے کو محتاج ظاہر کیا جائے، یہی حال اب یہاں بھی ہونا چاہیے (یعنی اللہ والوں کے یہاں) ان حضرات کے یہاں اس طرح سے حاضر ہونا چاہئے کہ ہم بالکل خالی ہیں، مفلس ومحتاج بن کر آپ کی خدمت میں کچھ لینے کے لیے آئے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد مجھے اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ میں ایسے حضرت کی خدمت میں حاضری دوں اور پھر ایسے دور میں اور ہمارے جوار میں مولانا وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ شفقت کرنے والا نظر میں کوئی نہیں تھا اور مناسبت کی بات تو بالکل غیر اختیاری ہے۔ اس کے لیے کوئی معلوم اور متعین اصول نہیں ہیں، کیوں ہوتی ہے؟ کب ہوتی ہے؟ کیسے ہوتی ہے؟ اس کے اصول تو کسی بڑے سے بڑے حکیم نے بھی نہیں بتائے تو مناسبت منجانب اللہ ایک چیز ہے۔ بہر حال حضرت کی صحبت سے مجھے فائدہ ہوتا تھا۔ حضرت کی شفقتوں سے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، وہ تو ہمارے دوستوں کو اور یہاں کے

حاضر باش بزرگوں کو یاد ہوں گی، باقی سب سے بڑا فائدہ یہاں کی حاضری میں مجھے یہ ہوتا تھا کہ (جس کی شاید آپ حضرات توقع نہ کریں گے) وہ یہ کہ دین کی حقیقت ان ہی حضرات کے یہاں آکر معلوم ہوتی، اگر کوئی اور فائدہ نہ ہوتا سوائے اس اصولی اور کلی فائدے کے تو سب سے بڑا فائدہ یہی تھا کہ کہیں تو آدمی کو یہ معلوم ہو کہ وہ کچھ نہیں جانتا، کہیں تو آدمی کو یہ معلوم ہو کہ وہ محتاج ہے، تو سب سے بڑی چوٹ جو یہاں آکر دماغ پر لگتی ہے، وہ یہ کہ ہم تو بالکل عامی اور جاہل ہیں، ہمیں تو صرف نقش آتے ہیں، باقی دین کی حقیقت سے ہم بہت دور نظر آتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے جب حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے رجوع کیا تو ان کے بہت غالی معتقدین کو ناگوار ہوا اور سید صاحب سے احتجاج کیا کہ ہماری جماعت کی ایک طرح سے سبکی ہوئی کہ ہم نے آپ کو بڑا بنایا تھا۔ گویا آپ شیخ الکل تھے اور ہر چیز میں آپ امام کا درجہ رکھتے تھے اور آپ نے دوسرے کا دامن پکڑ لیا تو اس سے ہماری خفت ہوئی۔ اس پر ایک دن سید صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ عجیب لوگ ہیں ایک طرف تو میرے معتقد بنتے ہیں دوسری طرف مجھ پر ہی اعتماد نہیں کرتے یعنی میں اپنا فائدہ سمجھ کر وہاں گیا تو ان کو اس سے اختلاف ہے، گویا میرے استاد بن کر مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ آپ کہاں چلے گئے؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میں ان سے پوچھ کر وہاں جاتا، میں تو اپنا فائدہ اس میں دیکھتا ہوں اور آپ کی خاطر وہاں نہ جاؤں، گویا اس دولت سے میں محروم رہوں۔

ان حضرات کے یہاں جو باتیں ملتی ہیں وہ صرف نکتے اور موشگافیاں نہیں ہیں وہ تو ذہانت کا نتیجہ ہے، درحقیقت ذہانت کے چار درجے ہیں اور جو ذہانت کا آخری درجہ ہے وہ روح کی ذہانت ہے۔ یہ روح کی ذہانت ایسی لطیف ہے کہ بیان الفاظ میں مشکل ہے۔ جہاں سرحدیں ختم ہوتی ہیں، دماغ کی ذہانت (جس سے پہلے زبان کی ذہانت کا درجہ تھا) وہاں سے قلب کی ذہانت شروع ہوتی ہے۔ اور جہاں قلب کی ذہانت کی سرحد ختم ہوتی ہے وہاں سے روح کی ذہانت کی سرحد شروع ہوجاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ان مخلص اور مقبول بندوں کو حاصل ہوتی ہے جن سے اللہ تعالیٰ تربیت کا کام لیتے ہیں، اس میں سامنے ہونا نہ ہونا، مسافت کا قرب و بعد، معرفت و عدم معرفت سب برابر ہے، کوئی چیز اس کے لیے شرط نہیں، ان حضرات کی روح اتنی براق اتنی سریع الادراک ہوتی ہے کہ بلا کسی شرط کے خیر و شر کی تمیز ان کو حاصل ہوجاتی ہے۔ خصوصی طور پر ان حضرات کے یہاں جو چیز مجھے محسوس ہوتی ہے وہ یہی ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بہت بڑا فضل ہے کہ بغیر کسی وجہ کے جس کی وجہ مجھے خود نہیں معلوم، اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں کے پاس مجھے پہنچا دیا۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے یہاں ہم نے روح کی ذہانت کے کھلے نمونے دیکھے اور پھر حضرت (شاہ وصی اللہؒ) میں، میں نے ان دونوں بزرگوں میں بہت زیادہ مشابہت دیکھی اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں سے الگ الگ کام لیا۔ ذوق بھی دونوں کا الگ الگ تھا؛ لیکن بہت سی چیزوں میں مشارکت تھی خصوصاً قلب کی ذہانت اور روح کی ذہانت۔

بہرکیف میں ان حضرات کے یہاں اس لیے آیا کرتا تھا کہ کبھی تو اس پر رعونت اور فریب خوردہ کو یہ محسوس ہو کہ وہ کچھ نہیں ہے، کیونکہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لیے کوئی چیز خطرناک نہیں ہے کہ اس کو کبھی یہ محسوس نہ ہو کہ کوئی کوچہ ایسا بھی ہے جس سے وہ واقف نہیں اور خاص طور سے دین کے متعلق اگر یہ ذہن میں آجائے کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے اور اب مجھے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں تو اس سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں۔ ایسا آدمی جو بھی دعویٰ کردے بعید نہیں ہے اور اسی طرح کے لوگوں نے دعویٰ بھی کیا ہے۔ ان لوگوں نے دعویٰ نہیں کیا جو پہاڑ کے نیچے کھڑے تھے کہ سر اٹھاتے تو دیکھتے کہ آسمان بھی بہت اونچا ہے بلکہ جو لوگ سمجھے کہ ہم پہاڑ کی چوٹی پہ پہنچ گئے ہیں، انہوں نے دعویٰ کیا ہے۔ انسان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز محافظ نہیں اور اس پر یہ بڑا فضل ہے کہ اس کو یہ معلوم ہو کہ دین کی ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں جاکر دین کی وہ باتیں سننے یا دیکھنے میں آسکتی ہیں جس سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارا میدان نہیں اور یہاں ہمارا گزر نہیں۔

کوئی شخص اگر ایسا ہو کہ بولنے پر آئے تو بولتا جائے اور لکھنے پر آجائے تو لکھتا جائے اور دنیا بھر کے لوگ مل کر اس کی تعریف کرنے لگیں تو اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ 'سِرّی دین' جس کو علامہ اقبال نے کہا ہے، اس کو کرنے کی ضرورت ہے اور وہ اللہ کے ان خاص بندوں ہی کے پاس ہوتا ہے۔ یہی چیز تھی جس کی وجہ سے حضرت ملا نظام الدین بانی درس نظامیہ نے سید عبدالرزاق بانسویؒ کا دامن پکڑا جو بالکل ہمارے بارہ بنکی اور لکھنؤ کے دیہات کی بولی بولتے تھے جیسے آوت ہے جاوت ہے۔ یہ ان کی زبان تھی مگر ملا نظام الدینؒ کا یہ حال ہے کہ مناقب رزاقیہ میں دیکھتے چلے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں بالکل ہیچ سمجھ رہے ہیں اور آپ ہر دور میں اس کی مثال دیکھیں گے۔ تیرہویں صدی میں مولانا عبدالحیؒ جن کو شاہ عبدالعزیزؒ خود شیخ الاسلام کا لقب دیتے ہیں اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ جن کو (شاہ صاحبؒ) حجۃ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام عبدالحیٔ اور حجۃ الاسلام مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اگرچہ یہ دونوں میرے عزیز ہیں اور مجھ سے چھوٹے ہیں مگر اظہار حق واجب ہے، اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وہ مقام عنایت فرمایا ہے کہ جو کمتر کسی کو حاصل ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ ان کو مجھ سے کم نہ سمجھو۔ تو ان لوگوں کو دیکھئے کہ سید احمد شہیدؒ سے رجوع ہوئے جو کہ امی تو نہیں تھے مگر محض فارسی داں تھے اور جو کوئی پاس سے گزرتا اس سے پوچھتے، ارے بھائی! اس لفظ کے کیا معنی ہیں؟ ذرا بتاتے جایئے، ان کا یہ علم تھا اور مولانا عبدالحیٔ سے تو انہوں نے پڑھا لکھا بھی تھا، اس کے باوجود ان دونوں حضرات نے سید صاحب کی رکاب تھامی تو مرتے دم تک نہ چھوڑی۔ جب کوئی پوچھتا کہ آپ لوگوں نے سید صاحبؒ میں کیا بات دیکھی جس کی وجہ سے ان کی طرف رجوع کیا؟ حالانکہ وہ علم میں بھی آپ کے مقابل کوئی مقام نہیں رکھتے تو فرماتے: بھائی! ہم کو نماز پڑھنی بھی نہیں آتی تھی انہوں نے نماز پڑھنا سکھایا، روزہ رکھنا نہ آتا تھا انہوں نے روزہ رکھنا سکھایا۔ نیز فرمایا کہ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جیسی اور بہت سی چیزیں ہیں، یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی جگہ ایسی ہو جہاں پڑھے لکھوں کو بھی جاکر معلوم ہو کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ اگر خدانخواستہ ایسی جگہیں ختم ہوگئیں اور ایسے اللہ کے بندے نہ رہے۔ اگر صرف مدعیان علم رہ گئے اور ہم جیسے لوگ رہ گئے جن کے متعلق لوگ معلوم نہیں کیا کیا سمجھتے ہیں تو یہ بڑے خطرے کی بات ہے۔

عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ کچھ ایسے حضرات موجود ہیں جہاں نہ کسی خوش بیانی کی ضرورت ہے اور نہ کسی بڑے وسیع مطالعہ کی حاجت، یہ سب چیزیں تو ہر جگہ موجود ہیں۔

میں تو کہا بھی کرتا ہوں اور اس میں تنہا نہیں ہوں کہ آج کل کے علماء کے وعظ سے میرا جی نہیں لگتا۔ جلسے کی تحقیر اور علماء کی تنقیص نہیں کرتا اور اس کے فائدہ کا بھی انکار نہیں؛ لیکن خدا جانے کیا بات ہے اس کو بیماری سمجھ لیجئے کہ میرا جی نہیں لگتا۔ ہمارا جی تو بس ایسے وعظ میں لگتا ہے جس میں خالص اللہ اور اس کے رسول کی بات پرانے انداز سے کہی جائے اور جنت و دوزخ کا تذکرہ کیا جائے، چنانچہ جب یہ حضرات تقریر کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ یہ کتابی علم ہے نہ کتابوں کی باتیں ہیں: بلکہ یہ علمی باتیں ہیں سیدھی سادی دین کی باتیں اور ایسے انداز سے کہی جاتی ہیں کہ ہم کو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت مولانا کی خدمت میں بھی ہم جب آتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ فرمارہے ہیں وہ حقیقت ہے اور ان کے یہاں لب لباب ہے، یہ نہیں کہ ایک چیز کو خوب پھیلا کر بیان کیا جارہا ہے۔ یہ چیز تو ہم کو دوسری جگہ نہیں ملتی۔ ہمارے یہاں کتب خانے اور دوسرے ذرائع ہیں جن سے ہم کسی بھی مضمون کو پھیلا سکتے ہیں؛ لیکن ان حضرات کے یہاں ان کی نوعیت ہی کچھ اور ہے۔

مولانا جامیؒ نے ایک عالم کا جو مکالمہ سنایا کہ میں اور جگہوں پر گیا وہاں یہ چیز محسوس نہ ہوئی جو حضرت کی خدمت میں آکر محسوس ہوئی۔ اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ بزرگوں کے یہاں کوئی بنیاد، کوئی نیا علم، کوئی نئی تحقیق، کوئی نیا انکشاف نہیں ہے۔ اس بارے میں بھی لوگ بہت غلط فہمی میں ہیں، معلوم نہیں کیا سمجھتے ہیں کہ بزرگانِ دین کے یہاں جاکر کیسے کیسے دین کے اسرار و نکات اور عجیب عجیب تحقیقات سننے میں آئیں گی تو یہ بھی ہوتا ہے، چنانچہ محی الدین ابن عربی کے یہاں تو ایسے ایسے نکات ہیں کہ بڑے بڑے فلسفی ان کے سننے کے بعد کان پکڑ لیں اور سمجھیں کہ ہمیں تو علم کی ہوا بھی نہیں لگی؛ لیکن ان حضرات کے یہاں سے جو چیز لینے کی ہے وہ یہ کہ صورت اور رسم میں حقیقت پیدا کی جائے اور میں سمجھتا ہوں کی یہی خلاصہ بھی ہے تصوف کا، جس کا مطلب گویا بس اس کے سوا کچھ نہیں کہ نماز تو پڑھتے ہیں صحیح نماز پڑھنے لگیں اور دین کے سارے شعبوں میں حقیقت نہیں تھی۔ نیت صحیح نہیں تھی، اخلاص صحیح نہیں تھا، رخ صحیح نہیں تھا، حقیقت پیدا ہوجائے اور نیت درست ہوجائے اور اللہ کی رضا کے لیے ہم اس کو کرنے لگیں اور شریعت کے احکام کی تلاش اور ان کا اہتمام پیدا ہوجائے، نیز ان کا ادب واحترام پیدا ہوجائے۔ احکام شرعیہ کا اہتمام اور انتظام یہ دونوں ہی چیزیں ضروری ہیں۔

☆☆☆☆☆

عصر حاضر

اسلامی بیداری اور مغربی قساوت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ہر زمانہ اور ہر دور میں اسلام کو ابتلاء و آزمائش کے مرحلے سے گزرنا پڑا ہے، طاغوتی اور باطل عناصر نے ہمیشہ ہی اسلام کو اپنی سازشوں، شیطانی چالوں اور مکر و فریب کا نشانہ بنایا ہے۔ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی کی ستیزہ کاری ہر دور میں رہی ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

موجودہ زمانہ میں بھی اسلام کو اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی میں ابتلاء و آزمائش اور مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، یہ آزمائش نئے نئے روپ اور نئی نئی شکلوں میں نمودار ہو رہی ہیں، کبھی ظلم و زیادتی، جبر و استبداد اور کبھی مقابلہ آرائی اور کبھی جنگ و جدال اور جھڑپوں کے بھیس میں سامنے آ رہی ہیں؛ لیکن یہ آزمائش اس اعتبار سے منفرد حیثیت کی حامل ہیں کہ یہ اپنی تمام تر ظلمتوں اور تاریکیوں کے باوجود ایک صبح نو کی پیامبر ہیں، جو یہ پیغام لے آئی ہیں کہ امت مسلمہ ایک طویل غفلت کے بعد بیداری کے لئے کروٹیں لے رہی ہے اور ایک روشن مستقبل اس کا منتظر ہے، جس میں اسے قوت و شوکت بھی حاصل ہوگی اور عزت و مرتبہ بھی۔

جہان نو ہو رہا ہے پیدا وہ عالم پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر مسلمان خواب غفلت کے شکار نہ ہوئے ہوتے تو مغربی قومیں ان سے آگے نہ بڑھ پاتیں حالانکہ وہ قومیں پسماندہ جہالت و ضلالت کے عمیق غاروں میں بھٹک رہی تھیں جب کہ اس کے برعکس دنیا کی قیادت اور سیادت کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھی، وہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں فائق تھے، ریسرچ ہو یا تحقیق، ایجاد ہو یا انکشاف سائنس ہو یا ٹکنالوجی ہر میدان میں ان کی پوزیشن میر کارواں کی تھی۔

طاقت و قوت اور جنگی ساز و سامان ان کے گھر کی باندی تھی، عظمت و بڑائی، رعب و دبدبہ اور عزت و منزلت ان کے قدم چومتی تھی، یہاں تک کہ ان کے دانش کدوں میں تشنگان علم، یورپ سے کھنچ کھنچ کر آتے اور علم و فن کے چشمے سے سیرابی حاصل کرتے، مسلمانوں کی علم و حکمت کی جلوہ آرائی اور تہذیب و تمدن کی نیرنگی سے ان کی آنکھیں چکاچوند ہو گئیں، مگر افسوس کہ مسلمان بجائے اس کے کہ وہ ان علوم و فنون کو مزید ترقی دیتے، ان پرستی، کاہلی، غفلت و بے حسی کی کیفیت طاری ہو گئی اور تقریباً چار سے زیادہ صدیوں تک قائم رہی، یہ ایک ایسی مدت تھی جو کسی دیگر قوم کی بیداری کے لئے کافی تھی، لہٰذا اسلامی درس گاہوں کے تعلیم یافتہ مغربی نوجوان اٹھ کھڑے ہوئے، پہلے انہوں نے طاقت و قوت حاصل کی پھر دنیا کی قیادت اپنے ہاتھ میں لینا شروع کی۔

یورپ کے اس جدید گروہ میں یوں تو مختلف مکاتب فکر اور مختلف نظریات و خیالات رکھنے والی قوموں، ملکوں کے افراد شامل تھے لیکن اسلام دشمنی اور مسلمانوں سے بغض و عداوت کے جذبہ نے انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا تھا۔ انہوں نے غفلت و کاہلی کے شکار اور اپنے تابناک ماضی سے فریب خوردہ ملت کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑنا شروع کر دیا اور ان کے تمام اخلاقی اقدار و روایات کو پامال کرنے پر توجہ دی اور ایسی ایسی حرکتیں کیں جو محتاج بیان نہیں، صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ مغرب کے دانشوروں نے اس پر بس نہیں کیا کہ مسلمانوں کی طاقت مفلوج کر دی بلکہ ان کی تمام کد و کاوش اور کارناموں کی تصویر بگاڑ دینے پر اپنی ذہانت اور قلم کو پوری طرح استعمال کیا اور اسی طرح اب مختلف حیلوں اور بہانوں سے مسلمانوں کے اندر پیدا ہونے والی بیداری، خود اعتمادی، قیادت و سیادت کی اہلیت، ایمان و یقین اور عزت نفس و خودداری کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو دبانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں اور اس بات پر اپنی محنت صرف کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر احساس عزت و حوصلہ اور ہمت کے جذبات کے ابھرنے کے امکانات کو کسی طرح دبا کر ان میں کمزوری و ضعف، پسماندگی اور ذلت و رسوائی کے احساسات پیدا کر دئے جائیں اور انہیں احساس کمتری کا شکار بنا دیا جائے اور بیداری، ماضی کے کارناموں پر فخر اور حصول شوکت و حکمت کے جذبات کی طرف سے ان کا دھیان بالکل ہٹا دیا جائے اور اگر مستقبل میں ترقی کی راہوں پر گامزن ہونے کا جذبہ ابھرے تو ان خیالات و افکار کے سہارے اور ان طریقوں کو اختیار کرنے کے ساتھ جو اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں مغرب کے حریفانہ اور رومن تہذیب و تمدن کے ساتھ قدردانی کے رہے ہیں، جن کے تحت ایک سفید فام شخص اصل انسان اور معزز و مکرم ہوتا ہے اور غیر سفید فام خاص طور سے سیاہ فام انسان کی حیثیت ایک پست درجہ کی مخلوق سے زیادہ نہیں، یورپ کے پرکھوں یعنی رومن تمدن کے زمانے کے یورپین قوموں کے اسلاف نے اپنے غلاموں کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کیا اور موجودہ "متمدن یورپ و امریکہ" میں اب بھی سیاہ فام انسانوں کے ساتھ کئے جانے والے سلوک میں اس کی جھلک ملتی ہے، انہیں ان کے اس مقصد سے ہٹا دیا جائے۔

بہر حال یورپ نے اپنی موجودہ ترقی کے دور میں مسلمانوں کو فکری طور پر بے دست و پا کرنے کی کوششوں میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی اور اس نے عملی طور پر مشرق کی قوموں کو جانوروں اور غلاموں کے ایک ریوڑ کی طرح چلا دیا اور کبھی حیلوں بہانوں سے اور کبھی ظلم و جبر کے ساتھ اپنے مقاصد کی تکمیل میں ان سے کام لیا اور ان پر ہر طرح سے ظلم و ستم اور آزمائش کے پہاڑ توڑے اور مشرقی ممالک خاص طور سے اسلامی ممالک کو اپنے ساتھ لگایا اور ان کی پیداواری صلاحیتوں اور دولت کے مختلف ذرائع سے پورا فائدہ اٹھایا اور اس طرح اپنے خزانوں کو بھرا اور اس سے اپنی قوم کو ترقی دینے میں پوری مدد لی۔ دوسری طرف یورپ نے علمی، تحقیقی میدانوں میں جد و جہد کر کے زیر زمین چھپی ہوئی قوتوں اور فطری علوم و فنون کو آشکارا کرنے میں بھی تگ و دو کی اور ان تمام چیزوں کو ترقی و عروج حاصل کرنے اور تہذیب و تمدن کو ترقی دینے کے لیے مسخر کیا۔

بلاشبہ پٹرول اور بجلی کی قوت کا انکشاف، ٹکنالوجی اور صنعت و حرفت کی ترقیات اور الیکٹرونک اور فضائی انکشافات و ترقیات کے میدانوں میں انہوں نے خاصی کوششیں کیں اور ان کے اچھے نتائج حاصل کئے اور ان ہی ایجادات و انکشافات کے سہارے انہوں نے ستاروں پر کمند ڈالنا شروع کیا، زیر زمین سیکڑوں رازہائے سربستہ کو باہر نکالا اور ان سب اسباب کی بنا پر ایسا محسوس ہونے لگا کہ یورپ ہی ساری دنیا کا حاکم بن جائے گا اور باقی سب کی حیثیت جانوروں اور غلاموں سے زیادہ نہ ہوگی؛ لیکن فطرت کے ازلی قانون کے مطابق ہر قوم اپنی غفلت سے بیدار ہوتی ہے۔

لہٰذا مسلم ممالک نے بھی ہوش سنبھالنا شروع کر دیا ہے اور علمی و تجرباتی میدان میں جو انکشافات ہو گئے ہیں وہ سب کی مشترکہ ملکیت بنتے جا رہے ہیں اور مسلمانوں نے ماضی کے خطوط پر مستقبل کی راہیں تلاش کرنا شروع کر دیا ہے۔ ظلم و استبداد اور اہانت کے خلاف ان کے اندر رد عمل پیدا ہو چکا ہے جس کی وجہ سے ان کی رگوں میں بیداری کی لہر دوڑنے لگی ہے۔

سامراجی عناصر کی جانب سے اس اسلامی بیداری کی لہر کو دبانے اور روکنے اور پسپا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے جس کے نتیجے میں اسلامی بیداری اور مغربی قساوت کے درمیان کشمکش اور معرکہ آرائی میں اضافہ ہو رہا ہے اور اس کے رد عمل کے طور پر پورا عالم آزمائشوں میں گھر گیا ہے۔

لیکن یہ آزمائشیں رائیگاں نہیں جائیں گی، یہ مسلمانوں کے اندر مزید طاقت اور قوت پیدا کر رہی ہیں، جس کے اثر سے مغربی اقوام کی صفوں میں شکست خوردگی اور پسپائی کے آثار بھی ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں، یقیناً امت مسلمہ ابتلاء و آزمائش کی اس بھٹی میں تپ کر کندن بن جائے گی ۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

مسلمانوں کی ترقی و عروج اور غلبہ کا وقت آ پہنچا ہے اور ان شاء اللہ جلد ہی وہ اپنے کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کر لیں گے اور عزت و وقار، قوت و شوکت کی اسی بلندی پر فائز ہوں گے جو ان کا طرۂ امتیاز رہ چکا ہے۔ ان کی تگ و دو پھر سے علم و حکمت کے خزانوں کو آشکار کرنے میں صرف ہوگی، وہ ایک بار خیر امت ہونے کا ثبوت اور سسکتی ہوئی انسانیت کو حیات جاوداں سے ہمکنار کریں گے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کو توحید کی روشنی دکھائیں گے۔

بالآخر دشمنان اسلام کو پسپائی اور اسلام کی شمع تمام آندھیوں اور طوفانوں کے باوجود تاباں و فرزاں رہے گی ۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

☆☆☆☆☆

اسرار ومصالح

آخری قسط

بدی کے وجود کی علت وحکمت

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

سوال کے عقب میں تخیل یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا بدی بھی ایک مستقل ایجابی وجود رکھتی ہے اور جس طرح انسان وحیوان ، شجر وحجر، آفتاب وماہتاب ، چرندوپرند، مستقل وقائم بالذات اصناف موجودات یا باصطلاح منطق ''جوہر'' ہیں اسی طرح ایک مستقل جوہر بدی بھی ہے ، جو بھوت کی طرح کبھی اس سے لپٹ جاتی ہے اور کبھی اس پر مسلط ہوتی ہے،مگر کیا حقیقتاً بدی ایسی ہی کسی مادی چیز کا نام ہے؟ کیا مذہب نے بدی کی بھی حقیقت بیان کی ہے؟

قرآن وحدیث سے اس تخیل کی تائید نکلنا الگ رہا، جتنی بھی تصریحات ہیں، سب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدی 'جوہر' نہیں 'عرض' ہے،کوئی مادی مخلوق نہیں محض ایک کیفیت،ایک روش،ایک طریق عمل کا نام ہے،کلام مجید کی بکثرت آیات سے یہی ظاہر ہوتا ہے، مثلاً:

﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾ [البلد] (ہم نے انسان کو (نیکی وبدی) دونوں راستے دکھادیئے)۔

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ [دھــر] (ہم نے انسان کو راہ عمل بتادی، پھر کوئی سیدھی راہ پر پڑلیا اور کوئی ٹیڑھی راہ پر)۔

﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ [الشمس] (اللہ نے انسان کو گمراہی اور ہدایت دونوں کے راستے القاء کردیئے)۔ وقس علی ہذا!

مفاد سب کا یہ ہے کہ بدی نام ہے انسان کی غلط روی کا،خود لفظ ''گمرہی'' اس معنی کی جانب رہنمائی کررہاہے،اس کے بالمقابل نیکی نام ہے راست روی کا ،سیدھی راہ پر چلتے رہنے کا،گویا انسان جب تک اپنی قوتوں کو ، اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کو صحیح طور پر رضائے الٰہی کے مطابق استعمال کررہاہے،اعمال حسنہ میں مشغول ہے اور جس وقت وہ ان ہی خداداد قوتوں کو اور اپنی فطری صلاحیتوں کو بیجا طور پر استعمال کرنے لگا،بدی، بدکار، بدعملی کا مرتکب ہوگیا۔بدی نام ہے راہ اعتدال وتوسط کو چھوڑ کر افراط وتفریط اختیار کرلینے یا صراط مستقیم سے منحرف ہوجانے کا،دوسرے مذاہب کی بابت تحقیق نہیں؛لیکن اسلام میں تو بدی کا مفہوم بس یہی اور اسی قدر ہے۔

بدی کے اس صحیح مفہوم کو پیش نظر رکھنے کے بعد کیا اس پر مراسلہ نگار کا سوال عائد بھی ہوسکتا ہے؟اب سوال کے یہ معنی ہوئے کہ انسان میں غلط روی کی صلاحیت کیوں رکھی گئی؟انسان کی فطرت ایسی کیوں رکھی گئی کہ وہ سیدھی راہ پر چلتے چلتے کبھی ٹیڑھی راہ پر بھی پڑسکے؟اوپر یہ تصریحات آچکی ہیں کہ عقل کی محدود قوت آخری مسائل کی گتھیاں سلجھانے کے ناقابل ہے؛لیکن بہر حال جتنی بھی قوت عقل سلیم کو حاصل ہے،اس کے لحاظ سے غور کیا جائے کہ بجز اس کے اور کیا صورت تکوین انسانی ممکن تھی؟ کیا یہ ہونا چاہئے تھا کہ انسان سرے سے مسلوب الاختیار اور مشین کی طرح قصد وارادہ تو اسے دیا جاتا؛لیکن ایسا ارادہ دیا جاتا جو ہمیشہ نیکی ہی کو اختیار کرتا اور بدی کا امکان ہی باقی نہ رہتا؟اول تو یہ ارادہ واختیار کی بالکل انوکھی تعریف ہوتی کہ بجائے دوشقوں میں سے ایک کے انتخاب کے انسان ہمیشہ ایک ہی شق کے قبول کرنے پر مجبور ہوتا!اور پھر اس صورت میں یعنی احتمال بدی کے مرتفع ہوجانے کی صورت میں خود نیکی کے بھی کوئی معنیٰ باقی رہ جاتے ہیں؟کوئی ایسی نیکی ممکن بھی ہے، جب تک دوسری طرف سے اشتعال نہ پیدا کرایا جائے؟ صفت ''عدل'' کے ظہور کا موقع جب ہی آسکتا ہے، جب ایک طرف ظالم دوسری طرف مظلوم ،ادھر مستغیث،ادھر مجرم کا وجود ہو،''صبر'' کس چیز پر کیا جائے گا اگر مصائب وشدائد کا وجود نہ ہو؟صفات عفو وکرم، جود وشجاعت بروئے کار اسی وقت آسکتے ہیں جب بالمقابل خطائیں، لغزشیں،حاجت مندیاں اور خطرات موجود ہوں، ماں کی مامتا اسی وقت جوش میں آتی ہے جب سامنے بچہ بیکسی اور بے بسی کی تصویر بنا پڑا ہو، یہ حال ہر نیکی کا ہے اور جس عقل سلیم سے مدد چاہی گئی تھی ،اسی کا فیصلہ یہ ہے کہ بغیر بدی کے وجود کے محض نیکی کی تمنا دنیا میں رکھنا، ایسا ہی بے معنی ہے جیسے کوئی یہ آرزو کرے کہ زمین پر بلندیاں ہی بلندیاں ہوں ،کوئی پستی نہ ہو،لفظ ''بلندی'' کے معنی ومفہوم جب ہی پیدا ہوسکتے ہیں جب مقابل میں کوئی ''پستی'' ہو۔

سوال میں جزم ووثوق کے ساتھ کہا گیا ہے کہ بدی کا وجود خالق کائنات کے ''علم ومرضی'' سے ہے، ''علم'' سے یقیناً ہے؛لیکن ''مرضی'' سے قطعاً نہیں، یہ غلط فہمی بہت عام ہے۔اچھے اچھے، پڑھے لکھے اور ذی فہم اس میں مبتلا ہیں، یہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) پہلے تو خدا آپ ہی بندوں کو برائی میں مبتلا کرتا ہے،اور آپ ہے سزا دیتا ہے۔

یہ خیال خدا معلوم کہاں سے گڑھ لیا گیا ہے، قرآن قدم قدم پر اس کی مخالفت کرتا ہے، ''علم'' اور ''رضا'' دو بالکل مختلف چیزیں ہیں، بچہ بچہ یہی جانتا ہے کہ کسی چیز کو جاننا اور ہے اور اسے پسند کرنا اور طبیب جانتا ہے اپنے تجربہ وواقفیت کی بناپر پورا یقین رکھتا ہے کہ مریض کے لئے فلاں فلاں بدپرہیزیاں مہلک ہیں ،ان سے مریض کی ہلاکت یقینی ہے ،اپنے اس علم کا اظہار وہ مریض کے سامنے باربار کربھی دیتا ہے اور اسے صاف اور کھلے لفظوں میں ڈرادیتا ہے، یہاں تک کہ بعض صورتوں میں تعیین مدت کے ساتھ مریض کی ہلاکت کی پیشین گوئی بھی کردیتا ہے ،یہ سب کچھ ہوتا ہے،مگر کیا واقعات کا حکم لگادیتا ہے،کیا وہ ان واقعات کے وقوع کو پسند کرتا ہے؟نامی گرامی وکیل مقدمات کے نتائج کا اندازہ قطعیت کے ساتھ لگالیتے ہیں، کیا ان نتائج سے وہ متفق بھی ہوتے ہیں ؟ حیرت ہے جبر وقدر میں آکر علم الٰہی ورضائے الٰہی کو خلط مبحث کرکے ایک دیتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ہر شئے میں ایک طبعی خاصیت رکھدی ہے، آگ جلاتی ہے، گرماتی ہے، پانی ڈبوتا ہے، بھگوتا ہے، زہر ہلاک کرتا ہے، تریاق صحت دیتا ہے، ہوا اڑاتی ہے، آفتاب روشن کرتا ہے وقس علی ہذا۔

یہ سارا نظام تکوینی ،جس قانون کے ماتحت چل رہا ہے اس کا نام مذہب کی زبان میں مشیت الٰہی ہے، اسی قانون کی ایک اہم دفعہ یہ ہے کہ انسان کو ارادہ یا اختیار دیدیا گیا ہے، وہ اپنی عقل وتمیز سے مختلف راستوں میں سے ایک راستہ اپنے لئے انتخاب کرسکتا ہے، چند شقوں میں سے ایک شق اپنے لئے پسند کرسکتا ہے، چند طریقوں میں سے ایک طریق عمل اپنے لئے متعین کرسکتا ہے، اس پر جو کچھ ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اسی قدر انتخاب واختیار کی بناپر، چنانچہ جن کی یہ قوت مختل ہوجاتی ہے (مثلاً مجنوں کی) یا جن کی یہ قوت پختگی کو نہیں پہنچی ہوتی ہے (مثلاً بچوں کی) یا حالات میں یہ قوت معطل ہوجاتی ہے (مثلاً حالت خواب میں)ان پر سے ان حالات میں ذمہ داری بھی ساقط ہوجاتی ہے، ان حدود کے اندر انسان تمام تر آزاد ہے، ہر طریق عمل کے نتائج اسے بتادیئے گئے ہیں، زیست وفلاح، موت وہلاکت کی ساری راہیں اسے دکھادی گئی ہیں اور وہ پوری طرح آزاد وخود مختار ہے کہ جون سا عمل چاہے کرے، جون سی راہ چاہے اختیار کرے، اس میں اس پر مطلق کوئی جبر نہیں ﴿فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ [کھف] ﴿قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ﴾ [بنی اسرائیل] وغیرہا متعدد آیات کریمہ اسی مضمون پر ناطق ہیں اور یہ سارا نظام تکوینی قانون مشیت کی ماتحتی میں چل رہا ہے۔

اسی قانون کے متوازی ایک دوسرا قانون بھی کارفرما ہے ،اس کا تعلق نظام تکوینی Physical Plan سے نہیں نظام اخلاقی Moral Plan ''کیا ہے'' What is سے نہیں ''کیا ہونا چاہئے'' What to be سے ہے، افعال کی جواب دہی اور اعمال کی ذمہ داری اسی عالم سے متعلق ہیں ،جزا وسزا کا صدور اسی قانون سے وابستہ ہے، اللہ تعالیٰ نے جن طریقوں کو پسند فرمایا ہے (اور حقیقۃً وہ سارے طریقے بندوں کے فوز وفلاح کے ہیں) ان پر چلنے سے مرضیات الٰہی حاصل ہوتی ہیں اور انہیں کے آخری اور انتہائی مقام کا نام مذہب کی اصطلاح میں ''جنت'' ہے۔﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾ اور اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے ناپسند کئے ہوئے طریقوں پر چلنا، اپنی ہلاکت وخسارہ کی راہ اختیار کرنا، اپنے مذہب کی زبان میں اللہ کے سخط وعذاب کی طرف لیجانا ہے، جسکی آخری منزل کا نام ''جہنم'' ہے۔

ایک شفیق باپ اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ: ''بیٹا دیکھو، فضول خرچی نہ کرنا، تباہ وبرباد ہوجاؤ گے، بری صحبتوں میں نہ بیٹھنا، ہلاک ہوجاؤ گے، مجھے اگر خوش رکھنا ہے تو اس کے فلاں فلاں طریقے ہیں اور اس کیلئے یہ انعام ہیں، اگر کہانہ سنوگے تو خود ہی اپنے کئے کو بھگتو گے، میرا کام سمجھادینا ہے، اپنا نفع ونقصان خود ہی دیکھ بجھ سکتے ہو، لڑکا ان روشن ہدایتوں کے بعد سعید ثابت ہوا تو خیر، ورنہ اگر نالائق نکلا تو باپ پر اسکی کیا ذمہ داری ؟اور بات کے متعلق یہ الزام کیونکر کوئی

شائبہ معقولیت رکھ سکتا ہے کہ اس نے آپ ہی تو بیٹے کو گمراہ کیا، آپ ہی سزا دے رہا ہے؟ یہ مغالطہ نہ ہو کہ اس مثال میں باپ خود مجبور ہے اور اللہ مجبور نہیں قادر مطلق ہے۔ وہ قادر مطلق بیشک ہے؛ لیکن اسی قدرت مطلقہ کا ایک ظہور یہ بھی ہے کہ اس نے قدرت کا ایک جزو یعنی قدرت، تمیز اور اعمال میں قدرت انتخاب بندوں کی طرف منتقل کردیا ہے اور اس لئے وہ اس باب میں آزاد و خودمختار ہیں، اب اس سوال پر کیا باقی رہا؟

یہ ساری گفتگو، بدی کے وجود کو مسلم مان کر تھی لیکن دقت نظر ایک قدم اور آگے بڑھا کر سوال کرتی ہے کہ دنیا جسے نقص، عیب، بدی کہہ اور سمجھ رہی ہے، اس کا وجود فی الواقع کہیں ہے بھی؟! جو اسکی توجیہ وتعلیل پر قیل وقال کی ضرورت پیش آئے؟ یہ مسلم ہے کہ انسان کا علم ناقص ہے اور اس کی نظر محدود، وہی درمیانی آلات ووسائط جن پر کم نظری وسطح بینی اول اول ٹھوکر کھاتی ہے، وسعت نظر وازدیاد علم کے ساتھ برابر آرام سے لذت میں ناگواریوں سے خوشگوایوں میں، انقباض سے انبساط میں تبدیل ہوتے رہے ہیں، مدرسہ کی پابندی کم سمجھ بچہ کو قید وبند سے کم دشوار نہیں معلوم ہوتی اور ماں باپ ہیں کہ اس کی تعلیمی ترقیاں دیکھ دیکھ کر باغ باغ ہوئے جاتے ہیں۔ مریض آپریشن کے نام سے گھبرا رہا ہے اور اس کے تصور سے خوف کھا رہا ہے اور شفیق ڈاکٹر ہے کہ خوشی خوشی اپنے اوزار سنبھال رہا ہے کہ ابھی ابھی مریض کی تڑپ، راحت وآسائش سے بدل جائے گی، بچہ اور مریض کی نظریں کوتاہ ہیں، وسائط کو مقاصد سمجھے ہوئے ہیں، گذرگاہ پر منزل مقصود کا دھوکا کھا رہے ہیں، والدین اور ڈاکٹر کی نظریں دوررس ہیں، ان کا علم کامل تر ہے، عاجل اور آجل کا فرق نگاہ میں ہے اور انھیں واسطہ اور مقصود کی شناخت میں دھوکا نہیں۔

اس وسیع اور لق ودق کارخانہ کائنات کا ذرہ ذرہ ایک دوسرے سے مربوط، متعلق ووابستہ ہے، ہر واقعہ دوسرے سے مرتبط، ہر شئے کی ہستی دوسرے کی زندگی سے دست وگریباں، ہر ہر تار دوسرے سے جکڑا اور گندھا ہوا، بچے اور نادان قدم قدم الجھتے ہیں، حکیم ودانا دور دور کی حکمتوں کی خبر لاتے ہیں اور بڑی بڑی گہرائیوں تک اتر جاتے ہیں، یہ فرق مراتب جب معمولی انسان کے درمیان نظر آتا ہے تو جو ہستی علیم کل ہے، ہمہ علیم وخبیر ہے، کیسے مانا جائے کہ اس کی نظر میں کوئی بھی شئے بدی کے حکم میں داخل ہوگی؟ دنیا میں جن چیزوں کو بدی، معصیت، نقص سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ خود اپنے قصور نظر کا نتیجہ ہے، اگر حجابات دور ہو جائیں، ہر شئے سارے سلسلۂ وجود میں منظم ومرتب، ہر کڑی دوسری کڑی سے پیوستہ ومربوط، پوری طرح اور اصلی رنگ میں نظر آجائے تو کس کی نگاہ میں نقائص باقی رہ جائیں! اس وقت ہر شئے اپنی اپنی جگہ پر کسی اعلیٰ مقصد کی تکمیل میں سرگرم نظر آئے گی، اور جو کوتاہ نظری کو بدنمائی کے دھبے معلوم ہورہے تھے، وہی چشم دوربین میں حسن زیبائی کے خدوخال بن جائیں گے، جو اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اس منزل پر پہنچ گیا، اس کے سامنے یہ سوال باقی ہی نہیں رہتا کہ دنیا میں بدی کا وجود کہیں ہے بھی؟

﴿وماذلك على الله بعزيز﴾۔

مذہبی تحقیق اور طلب حقیقت کی راہ خودی ودانانیت، ضد اور سخن پروری کی راہ نہیں، شکستگی وفروتنی، غور وفکر، سنجیدگی وتدبر کی راہ ہے، مبارک ہیں وہ جو صدق طلب کی راہ پر سچے رہرو کی طرح چلیں۔

معروضات بالا کا مطالعہ اگر خلوذہن کے ساتھ کیا گیا تو کریم کی کریمی سے کیا بعید ہے کہ دلوں کو تسکین وتسلی کا سہارا، کسی نہ کسی درجہ میں ہاتھ آجائے اور جو سوال اول نظر میں بڑے معرکہ کا اور مہتم بالشان نظر آرہا تھا، عجب نہیں کہ غور وتامل کے بعد معنی کی تحلیل اور اطراف وجوانب کی دیکھ بھال کے بعد قابل التفات بھی نہ رہ جائے اور اس کی بے حقیقتی روشن وعیاں ہوکر رہے۔ واللہ أعلم وعلمه أحكم۔ ☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ جناب قاری عبدالحمید ندوی (مقیم حال دبئی) کے والد محترم حاجی عبدالرحیم ۱۹ر رجب ۱۴۳۲ھ/ ۲۲ر جون ۲۰۱۱ء کو سو (۱۰۰) سال سے زائد کی عمر میں اپنے وطن جرول (بہرائچ) میں انتقال کرگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حاجی صاحب مرحوم صالح، متدین، شریف النفس اور دینی مزاج کے حامل تھے، نماز، تلاوت واذکار کے پابند اور بزرگان دین سے تعلق رکھنے والے تھے۔

مرحوم کے صاحبزادگان برسر روزگار اور دینی کاموں میں لگے ہوئے ہیں، بڑے صاحبزادہ کا انتقال کچھ عرصہ قبل ہوگیا، مرحوم کے صاحبزادہ گرامی قاری عبدالحمید ندوی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فاضل ہیں اور برسوں سے دبئی میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ندوہ سے مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی اور معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی خاص طور پر نماز جنازہ میں شریک ہوئے، نماز جناب مہتمم صاحب نے ہی پڑھائی۔ قارئین 'تعمیر حیات' سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ☆☆☆

فکر وعمل

آخری قسط

صحابہ کرامؓ کی چند امتیازی خصوصیات اور ہمارا معاشرہ

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

٤. ذہنی پختگی اور عقلی بلوغ

صحابہ کرام کی چوتھی صفت ذہنی پختگی، عقلی بلوغ اور ذہنی ودماغی تربیت کا کمال ہے۔ اگر ایک طرف وہ سر افگندگی، سپردگی، اطاعت وفرمانبرداری اور تسلیم ورضا کے امام تھے تو دوسری طرف ذہنی وعقلی صلاحیتوں سے پورا پورا استفادہ کرتے تھے اور ان کا صحیح استعمال جانتے تھے؛ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیر معمولی تربیت اور نگرانی میں ان کے ذہن ودماغ کو اسطرح تیار کردیا تھا کہ اندھے بہروں کی طرح زندگی نہ گزاریں جابیجا، حق ناحق، تقلید وپیروی کی راہ نہ اپنائیں۔ ذہن کو کھلا رکھیں، عقل ودانش کا استعمال کرتے رہیں، شاہراہ شریعت اور جادہ سنت پر بصیرت کے ساتھ گامزن ہوں تاکہ کوئی شیطانی وسوسہ یا غلط سازش ان کی راہ کھوٹی نہ کرنے پائے جس کا اصول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر بیان کردیا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، کوئی انسان اس لائق نہیں کہ اس کے ساتھ خدا کا سا معاملہ کیا جائے اور اسکی بات کو خدائی حکم کا درجہ دیا جائے، بڑوں کی اطاعت چاہے امیر ہو یا شیخ، پیر ہو یا فقیر، حاکم ہو یا عالم اس حد تک کی جائے جسکی اجازت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحشؓ کی امارت میں ایک قافلہ 'السریہ' روانہ کیا، تمام قافلہ والوں کو امیر کی اطاعت کا حکم دے دیا، کسی بات پر امیر صاحب کو ناراضگی ہوگئی، انھوں نے تمام ہم رکاب لوگوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی بابت حکم یاد دلایا، سب نے اقرار کیا، اس پر لکڑی لانے اور اس میں آگ لگانے کا حکم دیا اور سب نے حکم مانا اور لکڑیوں میں آگ لگادی، اس کے بعد امیر نے حکم دیا کہ آگ میں آپ لوگ کود جائیں سب نے انکار کردیا، واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے معاملہ پیش ہوا، آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ کود جاتے تو ہمیشہ اسی میں رہتے۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ زمانہ جاہلیت سے یہ بات پورے معاشرہ میں تسلیم کی جارہی تھی کہ ہر حال میں اپنے برادر، اپنی قوم اور اپنے خاندان کا ساتھ دینا ہے، اس میں حق وناحق کی تمیز نہ تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی بالادستی اور اسکی نصرت کی ترغیب دی، صحابہ کو اس پر تیار کیا، ان کی تربیت کی اس کے بعد ایک موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان یہ بات دہرائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ کرام نے اس جملہ کا پرانا مفہوم قبول کرلینے میں تردد محسوس کیا، اسلئے فوراً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیا کہ مظلوم کی مدد تو ہم کرسکتے ہیں؛ لیکن ظالم کی مدد کیسے اور کس بنیاد پر کریں؟ اسکے جواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم کی مدد کا مفہوم واضح فرمایا کہ اسکو ظلم سے باز رکھو، ہاتھ پکڑلو، ظلم نہ کرنے دو۔ ان واقعات سے صحابہ کرام کی ذہنی پختگی، عقلی بلوغ اور بیدار مغزی معلوم ہوتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت ہی اس انداز سے فرمائی تھی کہ ایک طرف کامل اطاعت، مکمل انقیاد، بے مثال تابعداری اور فرمانبرداری پائی جاتی تھی تو دوسری طرف بیدار مغزی، عقلمندی دانشمندی اور بالغ نظری اپنی تمام خوبیوں اور کمالات کے ساتھ پائی جاتی تھی۔ ایک واقعہ سے مزید اس کی وضاحت ہوجاتی ہے: دو حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا قضیہ لے کر پہنچے، آپ ﷺ نے ایک صاحب کے حق میں فیصلہ فرمادیا، جن کے خلاف فیصلہ ہوا تھا جب وہ واپس جانے لگے تو کہنے لگے: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس بلوا کر فرمایا: ایسی عاجزی قابل ملامت ہے، اللہ اس کو اچھا نہیں سمجھتا پوری طرح ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اس کے بعد بھی کام نہ بن سکے تو کہنا چاہئے: ﴿حسبنا الله ونعم الوكيل﴾۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کی عام طور سے اور ارباب حل وعقد کی خاص طور سے ایسی ذہنی تربیت ہونی چاہئے کہ عقل ودانائی فہم وفراست کا استعمال صحیح انداز سے

کرسکیں؛ لیکن افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں کا حال یہ ہوگیا ہے کہ پڑے سوتے رہتے ہیں، دشمن اپنی چالوں وجالوں سے گھیر لیتا ہے، راستے مسدود کر دیتا ہے، اسباب ووسائل منقطع کر دیتا ہے، ہم اپنے ذاتی اختلافات اور فروعی مسائل میں الجھنے اور تفسیق وتکفیر کا بازار گرم کرنے میں لگے رہتے ہیں، حکومتیں بھی اس کا شکار ہیں، جماعتیں اور افراد بھی اس میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں اور جب کوئی بڑی مصیبت آپڑتی ہے تو صرف زبان سے ﴿حسبنا اللہ ونعم الوکیل﴾ کہنے لگتے ہیں۔

نہ ذہنی تربیت، نہ صحیح شعور اور نہ فکر ونظر میں گہرائی ہے۔ کہاں کیا کرنا چاہئے کہاں کیا نہ کرنا چاہئے کس محاذ پر کس چیز کی ضرورت ہے اس وقت زمانے کا تقاضہ کیا ہے، کس چیز کے مقابلہ میں کون سی چیز اہم ہے، اس کے نتیجہ میں جو خسارہ اور نقصان پوری امت کو پہنچ رہا ہے، وہ غیر معمولی اور صدیوں پیچھے کردینے والا ہے، اللہ تعالی اس خسارہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۵۔اخلاص اور خواہشات پر قابو

صحابہ کرام کی پانچویں صفت اخلاص وللہیت، خواہشات نفس پر قابو ہے، اس پاکیزہ و ممتاز جماعت کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ کوئی کام بھی ذاتی غرض اور منفعت کے پیش نظر کسی نیت بد کے نتیجہ میں نہیں کرتے تھے، وہ ہر کام اللہ تعالی کو راضی کرنے کے لئے کرتے، اللہ تعالی کے رسول ﷺ نے جو خود مخلصوں کے سردار تھے، ان کے دل ودماغ کو اخلاص کے سانچے میں ڈھال دیا تھا اور وقتاً فوقتاً ان کے سامنے اس کی اہمیت اور عنداللہ مقبولیت واضح فرماتے رہتے تھے، بنیادی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمادیا تھا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، تنہا ظاہری اعمال چاہے وہ کتنے ہی بھلے اور اچھے معلوم ہوتے ہوں، کیسے ہی خوشنما ہوں اگر وہ روح اخلاص سے خالی، نیت بد سے داغدار کئے جاچکے ہیں تو عنداللہ ذرا بھی قابل قبول نہ ہوں گے، صحابہ کرام کو اس میں خاص امتیاز حاصل تھا جسکو سمجھنے کے لئے ایک واقعہ کافی ہے جو بہت مشہور اور اپنی اثرانگیزی ودل پذیری میں بے مثال ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ایک یہودی سے پڑ گیا، حضرت علیؓ نے اسکو زیر کرکے قتل کا ارادہ کیا، اس نے چہرہ مبارک کو سامنے پاکر اس پر تھوک دیا، حضرت علیؓ فوراً اس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہوگئے، وہ اس عمل کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا، پوچھنے پر حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالی کے لئے قتل کررہا تھا جب تم نے تھوکا تو نفس اس میں شامل ہوگیا اور مجھے غصہ آگیا اس لئے میں نے چھوڑ دیا۔ یہ سن کر یہودی کی دنیا بدل گئی کہ اللہ اکبر نفس پر ایسا قابو، جنگ وجدال میں بھی اللہ تعالی کی رضا کا ایسا حال، کلمہ شہادت پڑھ کر دین اسلام کی حقانیت کا اعلان کردیا۔

اسی طرح خواہشات ایجابی ہوں یا سلبی، باہری دنیا دیکھ کر پیدا ہوئی ہوں یا اندرونی جذبات کا عکس ہوں، دونوں ہی میں صحابہ کرام کی بے مثال ثابت قدمی اور استقامت اور راہ سنت و شریعت پر استواری ان کا شعار رہا ہے۔ حضرت علیؓ کا واقعہ گزر چکا ہے کہ یہودی کے تھوک دینے سے اندرونی انتقامی جذبہ پیدا ہوگیا اور نفس کا شدید تقاضہ ہوا کہ اسکو فوراً تہ تیغ کردیا جائے، حضرت علیؓ نے اس پر قابو پاکر ایک جان کو جہنم سے بچالیا اور خود کو انتقامی جذبہ اور نفس کے تقاضہ پر عمل سے بچالیا جو اکثر وبیشتر شیطانی وسوسہ اندازی اور نفس امارہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

غرض یہ کہ اندرونی تقاضے سے جذبات اور خواہشات پیدا ہوئی ہوں یا بیرونی دنیا کی کار فرمائی ہو جس کی مثال یہ ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت یمن پہونچی، وہاں انھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا جو اس سے قبل نہ دیکھا تھا اس لئے دل میں کبھی اس کا خیال بھی نہ آیا، دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے سردار وآقا کو سجدہ کرتے ہیں، ان کو خیال آیا کہ اس سردار کی کیا حقیقت اور کیا حیثیت؟! ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو سرداروں کے سردار ہیں اور سرور عالم ہیں، وہ اس مقام پر ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ایسی تربیت فرمادی تھی کہ مکہ اور مدینہ میں ان کو خیال بھی نہ آیا کہ وہ سجدہ کو سوچیں اور اس کا خیال بھی لائیں؛ لیکن جب ان کی نظر پڑی کہ سجدہ روا رکھا جارہا ہے اور لوگ اپنے سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں تو ان کو بھی اس کی خواہش ہوئی، انھوں نے یہ نہیں کیا کہ آتے ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ میں گر جاتے اور آپ ﷺ کے منع کرنے پر رکتے؛ بلکہ دربار رسالت میں پہونچے اور پورا واقعہ بیان کیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ ہم بھی آپ کو سجدہ کرنا چاہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے روک دیا اور آئندہ بھی قبر پر سجدہ کرنے سے صاف منع کردیا۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی کہ ایک اونٹ آیا اور اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے سجدہ کیا، یوں صحابہ کرام کو خیال نہیں ہوا تھا، اونٹ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسولؐ! جانور بھی آپ کو سجدہ کرتے ہیں، ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ ﷺ نے منع فرمادیا اور کہہ دیا کہ کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے، اگر دنیا میں کسی کو اجازت ہوتی تو عورت کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

صحابہ کرام کا امتیاز یہی ہے کہ دل پر شدید داعیہ سجدہ کا بیدار ہوا؛ لیکن انھوں نے عمل کرنے سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں، دوسرے یہ کہ ازخود یہ خواہش اور داعیہ نہیں پیدا؛ بلکہ غیروں کو دیکھ کر دوسرے علاقوں کا دورہ کرکے پیدا ہوا۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ خواہشات پر ہی عمل کرنا ہمارا شیوہ ہے، جذبات کی پیروی ہمارا شعار ہوگیا ہے، جی چاہی زندگی ہم گزارنے میں لگے ہوئے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کی فکر نہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا خیال اور نہ شریعت کا پاس ولحاظ، نہ جانے کیسی کیسی نیتیں ہمارے نہاں خانہ دل میں چھپی رہتی ہیں؛ بلکہ اب تو معاملہ یہاں تک پہونچ گیا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ کام جو ظاہر میں بہت اچھے ہیں بری نیت سے کرتے ہیں، ورنہ یہ تو عام مرض ہے کہ استحضار نیت کا ہوتا ہی نہیں، بڑے سے بڑا دینی کام، دعوتی کام اور تدریسی کام کریں گے لیکن نیت ندارد۔

دوسری بات یہ ہے کے جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں، کسی نے کچھ بتادیا، کسی نے کچھ پڑھا دیا کرنے لگے کہیں کچھ نظر آگیا اور بھاگیا اسکے پیچھے دوڑ پڑے نہ اللہ کی مرضی معلوم کرنا نہ اللہ کے رسول کی تعلیمات سے روشنی حاصل کرنا، صحابہ کرام کے دور میں اس طرح کی غلط چیزیں نہ ہونے کے برابر تھیں، یمن گئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو بھی ان کی احتیاط کا عالم یہ تھا کہ اسکو بھی پوچھ لیا، ہمارے زمانے کا حال یہ ہے کہ ہر طرف غلط چیزوں کا طوفان برپا ہے پھر بھی ہم کو پوچھنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی حالانکہ اس وقت زیادہ قرآن و سنت کی طرف رجوع کی ضرورت ہے، اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی قبروں پر عرس اور میلے ٹھیلے کا بازار گرم ہے اور قبروں کے ساتھ وہ کیا جارہا ہے جو کسی صحابی کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتا تھا؛ بلکہ گھوڑے اور گدھے کی قبروں پر بھی اچھے خاصے میلے اور عرس ہونے لگے ہیں، غرض یہ کہ ملت اسلامیہ کے فرزندوں میں ایسے مشرکانہ اور کافرانہ اعمال گھر کرگئے ہیں کہ ان میں سے ایک بھی ملت سے خارج کرنے کے لئے کافی ہے۔

دوسری طرف ہماری مغربی تہذیب میں ڈوبا ہوا طبقہ ہے، اس نے مغرب کی ہر ہر ادا کو سند کا درجہ دے رکھا ہے، اسکے سامنے نہ قرآن وحدیث کی کوئی قیمت ہے اور نہ صحابہ کرام اور سلف صالحین کی کوئی حیثیت، حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ دونوں طبقے ہر ہر بات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے، قرآن وحدیث سے پرکھتے اور علماء حق سے معلوم کرتے اور پھر عمل کرتے، اللہ تعالی سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

٦۔توبہ و انابت

صحابہ کرام کی چھٹی صفت توبہ اور انابت الی اللہ ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کرام بھی انسان تھے اور گناہوں کا صدور ان سے بھی ممکن تھا؛ بلکہ اسوہ کی تکمیل کے لئے ضروری اور معیاری توبہ رجوع وانابت الی اللہ کے لئے لازمی تھا۔

جن صحابہ سے گناہوں کا صدور ہوا پھر اس پر جو ان کو خلش اور اپنے کئے ہوئے پر جو ندامت ہوئی، وہ صرف انہی کا حصہ ہے۔ ماعز اور غامدیہ کے واقعات شاہد عدل ہیں کہ ان کو اپنے گناہ پر ایسی ندامت ہوئی اور اسکے لئے انھوں نے ایسی قربانی دی کہ رحمت الٰہی کو جوش آیا اور ان پر ایسی رحمت کی بارش ہوئی کہ اگر پورا شہر مدینہ اسکے ذریعہ اپنی بخشش کروانا چاہتا تو ہوجاتی۔ ع

یہ وہ بندہ ہے جس پر ناز کرتا ہے کرم میرا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرتے وقت ایک صاحب کے نازیبا کلمات سن کر منع فرمایا اور ان کی توبہ کی قبولیت اور اس پر اللہ تعالی کی مغفرت ورحمت کو اسطرح بیان فرمایا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توبہ کو معیار قرار دیا کہ انھوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہل مدینہ پر تقسیم کردی جائے تو ان سب کو اپنے سایہ میں لے لے۔ حضرت ابولبابہ سے لغزش ہوئی، مسجد کے کھمبے سے اپنے کو باندھ دیا اور ایک ہفتہ اسی طرح

رہے یہاں تک کہ قبول توبہ کا مژدہ سنا اور پروانہ رحمت پالیا، ایسا گنہگار بندہ جو اس انداز کی توبہ کرنے والا ہو وہ تو محبوب خدا بن جاتا ہے۔

وحشی جن کے سر پر حضرت حمزہؓ کے قتل کا بوجھ تھا، اگر چہ انہوں نے کفر کی حالت میں ایسا کیا تھا پھر بھی مارے شرمندگی وندامت کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ آتے تھے، وہ بوجھ اس وقت اترا جب انھوں نے مسیلمہ کذاب کو جو دشمن خدا ورسول تھا، قتل کیا اور مسلمانوں کو بڑے امتحان سے بچالیا رضی اللہ عنہ وأرضاہ، نہ جانے کتنے واقعات ہیں؛ ہمارے صحابہ کرام سے لغزشیں ہوئیں؛ لیکن ان پر ندامت کے ایسے آنسو بہائے اور اس کے کفارے کے لیے ایسے مجاہدات کیے کہ امت کے لئے قیامت تک کے لیے نمونہ چھوڑ گئے۔

ہمارا حال یہ ہے کہ گناہوں سے آلودہ ہیں، دن رات گناہوں میں پڑے رہتے ہیں توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی اگر ہوئی بھی تو صرف زبانی۔ ع

توبہ برلب سبحہ درکف دل پر از ذوق گناہ

زبان پر توبہ، ہاتھ میں سبحہ اور دل میں گناہوں کی خواہش اور شوق۔ یہ ہے ہماری کیفیت، اس پر طرہ یہ کہ اپنے گناہوں کا جواز پیدا کرنے کی تلاش میں رہتے ہیں بعض تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ صحابہ بھی تو گناہ کرتے تھے ہم کرتے ہیں تو کیا؟ وہ تو خیر کا زمانہ تھا جب بھی گناہ ہوتے تھے یہ تو شر کا، فتنہ کا زمانہ ہے۔ گویا صحابہ کو اپنے گناہ کے لئے سند اور معیار قرار دیا ہے حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے گناہ پر ندامت وشرمساری اور اسکے کفارہ کے لیے جو مجاہدات اور مشقتیں اٹھائی ہیں، وہ اس میں نمونہ اور معیار ہیں نہ کہ گناہ میں۔ وہ انابت الی اللہ اور رجوع الی الحق میں اسوہ ہیں نہ کہ اپنے گناہوں پر اصرار کرنے اور اسکا جواز ڈھونڈنے میں، اس تبدیلی کو صحابہ کرام نے محسوس کرتے ہوئے اپنے شاگردوں کے سامنے یہ بات کہی کہ تمہارا حال یہ ہے کہ بڑے بڑے گناہوں کو بس اتنا سمجھتے ہو کہ ناک پر مکھی بیٹھی اور اڑ گئی، ہم معمولی گناہوں کو بھی ہلاک اور برباد کر دینے والا سمجھتے تھے جب تک توبہ نہ کر لیتے چین نہ آتا تھا اور اس طرح گھبرائے رہتے تھے کہ پہاڑ ہمارے سروں پر ٹنگا ہے جو گرا ہی چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس اللہ والی، نبی کی چاہنے والی، پیغام خدا ورسول کو بے کم وکاست پہونچانے والی جماعت پر اپنی بے حساب رحمتیں نازل فرمائے اور پوری امت کی طرف سے ان کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے، آمین۔

یہ ان کی چند خصوصیات کی طرف اشارے ہیں جو ایک خاکپائے صحابہ رسول رضی اللہ عنہم اجمعین بطور نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ ان کی تمام خوبیوں، خصوصیات اور امتیازات کو پیش کرنا ناممکن ہے، یہ چند امتیازی اوصاف اس لئے بیان کیے گئے ہیں کہ فی زمانہ ان اوصاف میں کھلی ہوئی کوتاہی محسوس کی جارہی ہے اور ان پر ایسے دبیز پردے پڑتے جارہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ یہ اوصاف ڈھونڈنے سے نہ ملیں گے۔ دوسرے یہ بھی کہ ان چیزوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے ذہن بھی صاف نہیں ہیں اگر کسی اللہ کے بندے کا اس مبارک ومقدس جماعت کی طرف سے ذہن صاف ہو جائے اور ان کی محبت پیدا ہو جائے تو میں اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب اور کامیاب سمجھوں گا۔ صحابہ کرام کی امتیازی خصوصیات کی فہرست بہت طویل ہے، ان کی جانثاری وفداکاری، محبت وشوق، علم وآگہی، اخلاق کریمانہ، تعلیم وتربیت، دعوت وارشاد، انسانی ہمدردی اور شفقت ومحبت غرضیکہ ان کے کمالات اور ممتاز اوصاف کی فہرست بہت طویل ہے، اگر توفیق ملی تو ان پر بھی آئندہ کچھ رقم کر کے سعادت میں اضافہ کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے اور آسان بنا کر قبول فرمائے، آمین۔ ☆☆

تین اساتذہ دار العلوم کو صدمہ

☆ ۵؍رجب المرجب ۱۴۳۲ھ/ ۸؍جون ۲۰۱۱ء کو مولانا محمد یعقوب ندوی کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ احاطہ دار العلوم میں پڑھی گئی اور ڈالی گنج کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

☆ یکم جولائی ۲۰۱۱ء جمعہ کی صبح مولانا فخر الدین طیب ندوی کی والدہ ماجدہ کا بھی مختصر علالت کے بعد اپنے وطن بھاگلپور میں انتقال ہو گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کی عمر ۸۱؍سال تھی، ان کے شوہر محترم جناب مولوی طیب علی کا انتقال پہلے ہی ہو گیا، پسماندگان میں سات لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، مرحومہ بڑی نیک خصوصیات اور دینی مزاج کی حامل خاتون تھیں۔

☆ ۱۲؍جولائی ۲۰۱۱ء کو مولانا رحمت اللہ ندوی کی والدہ محترمہ کا حرکت قلب بند ہونے سے انتقال ہو گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کی عمر ۷۵؍برس تھی، پسماندگان میں شوہر نامدار جناب اصغر علی کے علاوہ تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، قارئین تعمیر حیات سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ☆☆☆

حقوق وآداب

آخری قسط

حضرات اہل بیت اطہارؓ کے فضائل وحقوق

خالد فیصل ندوی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی اور سب سے چہیتی صاحبزادی ہیں۔ ایک بار آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "مجھے اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب (حضرت) فاطمہؓ ہیں"۔ (ترمذی) فی الواقع آپ ﷺ کو حضرت فاطمہؓ سے غیر معمولی محبت والفت تھی اور حضرت فاطمہؓ کو بھی آپ ﷺ سے بے انتہاء محبت وتعلق تھا، ام المومنینؓ حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ: "آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے" (پیشانی پر بوسہ دیتے) اور ان کو خوش آمدید کہتے اور حضرت عائشہؓ مزید کہتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کا معمول بھی آپ ﷺ کے ساتھ یہی تھا"۔ (ترمذی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی آپ ﷺ کو بہت عزیز ہیں، ان سے حضرت فاطمہؓ کی شادی ۲؍ہجری میں ہوئی، آپ ﷺ نے ان دونوں کی فضیلت ومنقبت میں ارشاد فرمایا کہ: "بیٹی! تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم سارے جہاں کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارا شوہر دنیا وآخرت میں سردار ہے۔ (رحمۃ للعالمین) آپ ﷺ نے اپنے محبوب نواسے حضرت حسنؓ کی منقبت میں فرمایا کہ: "یہ میرا نواسہ سردار ہے، انشاء اللہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائیں گے۔ (بخاری) اور اپنے دوسرے محبوب ترین نواسہ حضرت حسینؓ کی فضیلت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "حضرت حسینؓ میرے ہیں اور میں حضرت حسینؓ کا ہوں، حضرت حسینؓ میرے نواسہ ہیں"۔ (ترمذی) اسی طرح آپ ﷺ نے ان دونوں نواسوں کے سلسلہ میں فرمایا کہ: "یہ دونوں میری دنیا کے دو پھول ہیں"۔ (بخاری) اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ: "یہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہیں"۔ (ترمذی)

ان کی منقبت میں اس طرح آپ کو بنو ہاشم خصوصاً حضرت ابو یزید عقیلؓ سے بڑی محبت والفت تھی، ایک مرتبہ فرمایا کہ ابو یزید! میں تجھ سے دوگونہ محبت رکھتا ہوں، ایک تو محبت قرابت ہے، دوسری محبت اسلئے ہے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا حضرت ابو طالب کو تم سے محبت تھی"۔ (رحمۃ للعالمین) نیز آپ ﷺ کو حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے بھی بڑی محبت تھی، یہ جشہ سے مدینہ آئے اور خیبر آکر آپ ﷺ سے ملاقات کی تو ان کی آمد پر فرمایا کہ: "میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا جعفرؓ کی آمد کی خوشی زیادہ ہے"۔ (بخاری) اور آپ ﷺ نے ان کی آمد میں فرمایا کہ: "جعفرؓ! تم صورت وسیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو"۔ (بخاری) اسی طرح آپ ﷺ اپنے چچا حضرت عباس کا بہت زیادہ احترام وعزت فرمایا کرتے تھے اور ان کی منقبت میں فرمایا کہ: "یہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے برابر ہیں"۔ (رحمۃ للعالمین) اور ان کے ہونہار صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنی اونٹنی پر بیٹھایا کرتے تھے اور ان کے حق میں خوب دعا فرمایا کرتے تھے۔

اهل بیت نبوی ﷺ کے حقوق

حضرات اہل بیت اطہارؓ کے فضائل احادیث، آثار اور اقوال صحابۂ کرام میں بہت کثرت سے بیان ہوئے ہیں۔ احادیث وسیرت کی مشہور کتابوں میں ان کے فضائل ومناقب کے ابواب قائم کے گئے ہیں اور بہت تفصیل کے ساتھ ان کے فضائل مذکور ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ میں ان کے کچھ حقوق بھی بیان کئے گئے ہیں، ان حقوق میں سب سے اہم حق یہ ہے کہ حضرات اہل بیت اطہارؓ کی تعظیم وتکریم کی جائے، ان کے شایان شان ان کا احترام واکرام کیا جائے، ان سے ربط وتعلق رکھا جائے اور ان سے محبت وعقیدت والا معاملہ کیا جائے کیوں کہ حضرات اہل بیت اطہارؓ سے محبت وعقیدت رکھنا، کامل ایمان کے حصول کا باعث ہے، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ کے شکوہ پر نہایت ہی بلیغ ومؤثر انداز میں ارشاد فرمایا کہ: "قسم ہے اس ذات

پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا، اگر وہ تم (اہل بیتؓ) کو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے دوست نہیں رکھے گا۔ (ترمذی) فی الواقع حضرات اہل بیت سے محبت رکھنا، اللہ تعالیٰ ورسول سے محبت کی دلیل ہے، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ’’تم (سب) اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیوں کہ وہی اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نعمتوں سے رزق پہنچاتا ہے اورتمہاری پرورش کرتا ہے اوراللہ تعالیٰ کی محبت کی بناپر مجھ سے محبت رکھواور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیتؓ کوعزیز ومحبوب رکھو‘‘۔ (ترمذی) ایک موقع پر آپ ﷺ نے اپنی چہیتی صاجزادی حضرت فاطمہؓ کو مخاطب کرکے پوری امت کو حضرات ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہؓ سے محبت وعقیدت رکھنے کا حکم عام دیاہے، حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں کہ ’’پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیاتم اس سے محبت نہیں رکھتی؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں! (میں پوری طرح محبت رکھتی ہوں) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تب تم بھی حضرت عائشہؓ سے محبت رکھا کرو‘‘۔ (بخاری ومسلم)

اسی طرح آپ ﷺ کی تمام ذریات طیبات علیہم الصلاۃ والسلام سے عقیدت ومحبت رکھنا ایمان کالازمہ ہے اورحضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ، اورحضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہم اجمعین سے دنیامیں محبت رکھنا، جنت میں آپ کی معیت وجنت کا موجب ہے، حضرت علیؓ سے مروی حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ: ’’جس نے مجھ کو دوست رکھا، ان دونوں (حضرات حسینؓ) کو دوست رکھااوران دونوں کے باپ اوران دونوں کی ماں کو دوست رکھاتو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا‘‘۔ (احمد وترمذی) اسی طرح حضرت حسینؓ سے محبت رکھنا محبت الٰہی کے حصول کا سبب ہے، حدیث شریف میں ہے کہ: ’’اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتاہوں، تو بھی ان سے محبت فرمااور جوکوئی ان دونوں سے محبت رکھے، ان سے بھی تو محبت فرما‘‘۔ (استیعاب)

اسی محبت وعقیدت کا تقاضا ہے کہ حضرات اہل بیت اطہارؓ کی رضاجوئی اوران کی خوشی کے حصول کی کوشش کی جائے اور قولاً وفعلاً کسی طرح بھی ان کوایذاوتکلیف نہ دی جائے اوران سے اختلاف، عداوت اورلڑائی مول لینے سے ہرحال میں بچا جائے کیونکہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی وخفگی کواپنی ناراضگی وخفگی کا باعث بتایاہے اوراس حدیث میں پوری امت مسلمہ کے لئے بڑی تنبیہ ہے، حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ: ’’حضرت فاطمہؓ میرے بدن کا حصہ ہیں، جس نے ان کوغصہ دلایا، اس نے مجھ (ﷺ) کوغصہ دلایا‘‘۔ (بخاری ومسلم) اورآپ ﷺ نے ایک حدیث میں حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ اورحضرت حسینؓ کے حق میں ارشاد فرمایاکہ: ’’جوکوئی ان سے لڑے میں ان سے لڑوں گااور جوکوئی ان سے مصالحت رکھے، میں اس سے مصالحت رکھوں گا‘‘ (ترمذی)۔

حضرات اہل بیت اطہارؓ کا دوسرا اہم حق یہ ہے کہ ان کی سیرت وکردار کواوران کے اعمال وافعال کواختیار کیاجائے، دینی معاملات میں ان کی اتباع وپیروی کی جائے کیوں کہ قرآن مجید کے بعد حضرات اہل بیت اطہارؓ ہی اطاعت واقتدا کے قابل ہیں، احادیث مبارکہ میں ان کی اتباع وپیروی کی تاکید وترغیب بہت ہی مؤثر انداز میں بیان ہوئی ہے، ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ’’لوگو! میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جارہاہوں، اگرتم نے اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھاتو تم کبھی گمراہ نہ ہوگے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اورمیری اولاد، میرے اہل بیتؓ، (ترمذی) فی الواقع حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات اہل بیت اطہارؓ کے نقش قدم پر چلنا دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کا موجب ہے اور خیروعافیت کاباعث ہے، حضرت ابوذرؓ سے مروی حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ: ’’یادرکھو! تمہارے حق میں میرے اہل بیتؓ کی وہی حیثیت واہمیت ہے جواہمیت وحیثیت ’’کشتی نوح‘‘ کی ہے، جواس میں سوار ہوگیااس نے نجات پائی اور جوشخص اس کشتی میں سوار ہونے سے رہ گیاوہ ہلاک ہوا‘‘۔ (احمد)

حضرات اہل بیت اطہارؓ کے مذکورہ بالا حقوق کے علاوہ اور بھی کچھ چھوٹے بڑے حقوق ہیں، ان میں ’خیرخواہی وہمدردی‘ اور’مدد وتعاون‘ سرفہرست حقوق ہیں۔ بہرکیف ان کے سارے حقوق کی ادائیگی ہم امت مسلمہ کے لئے بہت ضروری اورہمارے لئے بہت ہی کارآمد ہے۔ دنیامیں خیروعافیت اورآخرت میں انعام واکرام کاذریعہ ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ادائے حقوق کے بارے میں پوری امت مسلمہ کو بڑی بلیغ ومؤثر ترغیب دی ہے اور اس سلسلہ میں بہت زیادہ متنبہ فرمایا، ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ: ’’اوروہ (قرآن اورمیری اولاد، میرے گھروالے) الگ الگ نہ ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پروہ میرے پاس آپہنچیں گے پس تم لوگ سوچ لوکہ تم میرے بعدان سے کیامعاملہ کرتے ہواور کیسے پیش آتے ہو‘‘۔ (ترمذی)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم تمام مومنین کے دلوں میں تمام حضرات اہل بیت اطہارؓ (حضرات ازواج مطہرات، آپ کی ذریات طیباتؓ اور بنوہاشم کے اولاد اطہارؓ) کی عظمت اوران کی محبت کوراسخ فرمادے اوران کے حقوق کوکما حقہ ادا کرنے والا بنادے آمین! آخرمیں جامع وکامل درود شریف پڑھ لیں!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔ (بخاری ومسلم)

☆☆☆☆☆

ہماری مطبوعات (جدید ایڈیشن)

۱	سیرت سیداحمد شہید (حصہ اول)	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	250روپے
۲	سیرت سیداحمد شہید (حصہ دوم)	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	250روپے
۳	دریائے کابل سے دریائے یرموک تک	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	110روپے
۴	ارکان اربعہ	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	120روپے
۵	المرتضیٰ	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	160روپے
۶	دستور حیات	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	85روپے
۷	قادیانیت-تحلیل وتجزیہ	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	100روپے
۸	تزکیہ واحسان	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	80روپے
۹	الإسلام وأثره في الحضارة	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	60روپے
۱۰	نبی رحمت ﷺ	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	400روپے
۱۱	نقوش اقبال	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	100روپے
۱۲	پاجاسراغ زندگی	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	70روپے
۱۳	مسلم ممالک میں اسلامیت اورمغربیت کی کشمکش	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	140روپے
۱۴	مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	100روپے
۱۵	انسانی دنیاپر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	125روپے
۱۶	نئی دنیاامریکہ میں صاف صاف باتیں	حضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ	80روپے
۱۷	یادایام (مختصر تاریخ گجرات)	حضرت مولانا حکیم سیدعبدالحی حسنیؒ	70روپے
۱۸	جزیرۃ العرب	حضرت مولانا سیدمحمد رابع حسنی ندوی	140روپے
۱۹	مذہب وسائنس	مولاناعبدالباری ندویؒ	120روپے
۲۰	تجدید معاشرت (اول)	مولاناعبدالباری ندویؒ	130روپے
۲۱	تجدید معاشرت (دوم)	مولاناعبدالباری ندویؒ	130روپے
۲۲	تحریک آزادی میں علماء کا کردار	مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی	200روپے
۲۳	رہبر انسانیت ﷺ (اردو)	حضرت مولانا سیدمحمد رابع حسنی ندوی	200روپے
۲۴	رہبر انسانیت ﷺ (انگریزی)	حضرت مولانا سیدمحمد رابع حسنی ندوی	250روپے
۲۵	رہبر انسانیت ﷺ (ہندی)	حضرت مولانا سیدمحمد رابع حسنی ندوی	250روپے
	کل میزان		3720/=
	رعایتی قیمت مع پوسٹنگ		2000/=

مناسب رعایت پردستیاب ہیں۔

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

فقہ و فتاویٰ

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: رمضان المبارک کے روزوں کی نیت کا کیا طریقہ ہے؟ کیا ہر دن نیت ضروری ہے یا شروع رمضان میں پورے مہینہ کے روزے کی نیت کر لینا کافی ہے؟

جواب: ہر دن کے روزہ کی نیت ضروری ہے، شروع رمضان میں پورے مہینہ کے روزے کی نیت کر لینا کافی نہیں ہوگی۔ (الجوہرة النیرہ: ۱۲۶/۱)

سوال: کیا نیت کے لیے الفاظ نیت کہنا ضروری ہے یا دل سے ارادہ کر لینا کافی ہے؟

جواب: نیت کے لیے زبان سے الفاظ کہنا ضروری نہیں بلکہ دل سے روزہ کا ارادہ کر لینا کافی ہے البتہ زبان سے الفاظ کہہ دینا بہتر ہے، سحری کھانا دراصل روزہ کی نیت ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۱۱۰/۱)

سوال: رات میں روزہ کی نیت اگر کسی نے نہیں کی اور نہ سحری کھائی بلکہ صبح نیت کی تو اس کا روزہ ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: زوال سے قبل اگر روزہ کی نیت کی تو رمضان کا روزہ ہو جائے گا، زوال کے بعد کی نیت سے روزہ نہیں ہوگا بلکہ اس دن کے روزہ کی قضا کرنی ہوگی۔ (ردالمحتار: ۲/ ۲۷۷)

سوال: سحری کھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ کھانا ضروری ہے؟

جواب: سحری کھانا ایک مستحب عمل اور خیر و برکت کی چیز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھایا کرو اس لیے کہ اس میں برکت ہوتی ہے، دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ میں سحری کا فرق ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۵۰/۱) اسی لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ سحری کھانا مستحب ہے۔

سوال: روزہ کی حالت میں مسواک کرنا کیسا ہے؟ کسی بھی وقت مسواک کر سکتے ہیں یا صرف زوال سے قبل؟ کیا تر اور خشک مسواک میں فرق ہے؟

جواب: مسواک روزہ کی حالت میں درست ہے خواہ تر ہو یا خشک، زوال سے قبل کی جائے یا زوال کے بعد یا شام میں کسی بھی وقت احناف کے یہاں درست ہے "لاباس بالسواك الرطب واليابس والغداة والعشي عندنا" (فتاویٰ ہندیہ: ۱۹۹/۱) البتہ شوافع کے یہاں زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے کیونکہ روزہ دار کے منھ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک سے بھی زیادہ پسند ہے اور مسواک سے یہ بو دور ہو جاتی ہے، اس لیے ان کے نزدیک بعد زوال مکروہ ہے۔ (کتاب الفقہ: ۵۱۹/۱)

سوال: روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا کیسا ہے؟

جواب: روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا درست ہے، حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری آنکھ میں تکلیف ہے، کیا میں روزہ کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ (جامع ترمذی: حدیث نمبر ۷۲۶) اس روایت کی بنا پر احناف اور اکثر فقہاء کی یہی رائے ہے کہ بحالت روزہ سرمہ لگانا درست ہے۔

سوال: روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا اور گلوکوز چڑھانا کیسا ہے؟

جواب: روزہ کی حالت میں انجکشن لینے اور گلوکوز چڑھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، کیونکہ فقہاء نے یہ اصول بتایا ہے کہ جو چیز انسان کے پیٹ یا دماغ تک فطری راستہ سے پہونچائی جائے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، انجکشن اور گلوکوز کے ذریعہ کوئی چیز براہ راست پیٹ یا دماغ میں نہیں پہنچائی جاتی ہے بلکہ دوائیں رگوں میں پہنچتی ہیں اور رگوں کے ذریعہ پورے جسم میں پھیل جاتی ہیں، اس کو کھانا پینا نہیں کہا جائے گا، اس لیے ان دونوں چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹے گا البتہ محض قوت پہنچانے کے لیے تاکہ روزہ میں کمزوری نہ ہو، انجکشن لینا اور گلوکوز چڑھانا کراہت سے خالی نہیں۔

سوال: روزہ کی حالت میں سر پر تیل لگانا کیسا ہے؟

جواب: سر پر تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ تیل دماغ تک نہیں پہنچتا اگرچہ تیل کا اثر بالوں کے مسامات کے ذریعہ سر کی ہڈیوں تک پہنچتا ہے جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۲۰۳/۱)

☆☆☆☆☆

منزل بہ منزل

اسلامی ادب میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت اور اس کے اصول و اقدار

(رپورٹ مذاکرۂ علمی رابطہ ادب اسلامی، بھٹکل)

اقبال احمد ندوی

"ہم کو اسلامی تعلیمات کی رُو سے نہ صرف یہ کہ ابلاغ کے ذرائع کو نیک مقاصد کے لیے اختیار کرنا ہے، بلکہ دوسروں کو بھی توجہ دلانا ہے کہ ایسے کامیاب اور اثر انگیز ذرائع حاصل ہو جانے پر ہم ابلاغ کو زیادہ سے زیادہ بہتر کردار سازی کے لیے اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔

ابلاغ کا عمل دراصل انسانی زندگی کے لیے خیر پسندی رکھنے والے نمونوں سے واقف کرانا ہوتا ہے، تاکہ زندگی کو بہتر بنانے اور غلط راہوں سے بچانے اور اچھے نمونوں کے اختیار کرنے کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی جا سکے، اس میں اسی کے ساتھ ساتھ زندگی کی الجھنوں میں تسکین کا سامان مہیا کرنا بھی ہوتا ہے، لیکن انسان بعض وقت تسکین مہیا کرنے کے سلسلہ میں اپنی خواہش نفس کی تکمیل کو ہی مقصد بنا کر غیر اخلاقی انداز اختیار کر لیتا ہے، اس سے واقفیت حاصل کرنے والوں کو تسکین تو حاصل ہوتی ہے، لیکن اس کی افادیت تعمیری لحاظ سے منفی بلکہ مضر ہو جاتی ہے، جیسا کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بہت زیادہ پیش آنے لگا ہے، لہٰذا ضرورت ہے کہ صحیح اور تعمیری لحاظ سے ابلاغ کا عمل اختیار کرنے کے لیے ہم اولاً قرآن مجید اور حدیث شریف کی طرف رجوع کریں، گذشتہ قوموں اور ان میں مبعوث ہونے والے انبیاء علیہم السلام کے واقعات قرآن مجید میں جس طرح بیان کیے گئے ہیں وہ ابلاغ کے اعلیٰ مقصد کو پورا کرنے کے لیے بہترین رہنمائی کا سامان رکھتے ہیں۔"

ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر رابطہ ادب اسلامی عالمی شعبۂ برصغیر و ممالک مشرقیہ نے بھٹکل میں منعقد ہونے والے رابطہ ادب اسلامی کے ۲۹ ویں سیمینار کے افتتاحی اجلاس میں اپنا خطبۂ صدارت پیش کرتے ہوئے کیا۔ یہ سیمینار 'مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل' کے تعاون اور رابطہ کی بھٹکل شاخ کے زیر اہتمام جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں ۲-۳ر جون ۲۰۱۱ء کو "اسلامی ادب میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت اور اس کے اسلامی اصول اقدار" کے موضوع پر منعقد ہوا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں بیان کردہ حالات اور واقعات اس بات کی مثال پیش کرتے ہیں کہ انسان کو اپنی زندگی کو سنوارنے اور تعمیری مقصد کو پورا کرنے کے لیے دوسروں کے ایسے حالات اور واقعات کو جاننے کی ضرورت ہوتی ہے، جن سے وہ اپنے مقامی ماحول سے حاصل کردہ مفید معلومات میں اضافہ کرے جو ان کو دوسروں کے حالات سے واقف کرانے سے حاصل ہوتے ہیں، اس طرح ابلاغ کے عمل کا اجراء ہوتا ہے، قرآن کریم اور حدیث شریف نے جہاں معلومات کے فراہم کرانے میں انسانوں کی اصلاح اور دنیا و آخرت میں ان کو فائدہ پہونچانے کو سامنے رکھا ہے، اسی طرح ابلاغ کے کام کرنے والوں کے سامنے اعلیٰ مثال پیش کی ہے، اسی طرح ابلاغ کے کام میں مضر اور انسانیت سوز اور اخلاق باختہ حالات کو پیش کرنے سے سخت منع کیا ہے۔

مولانا نے ابلاغ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا کہ شروع زمانہ میں ابلاغ کا ذریعہ زبانی تھا جو زبانی سے تحریری میں منتقل ہوا، پھر ابلاغ کا یہ عمل مرحلہ وار آہستہ آہستہ ترقی کی راہوں سے گذرنے لگا، مسلمانوں کے علمی و ادبی فروغ کے عہد میں مستقل کتابیں لکھی گئیں، جو ابلاغ کے مقصد کے مفید اور دل پسند انداز کو پورا کرتی تھیں اور آج تک ان سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے، جیسے جاحظ کی بعض کتابیں اور دمیری کی کتاب، لیکن یہ عموماً اس دور میں ہوا جب طباعت کا مرحلہ شروع نہیں ہوا تھا، طباعت کا مرحلہ شروع ہونے پر ابلاغ کے کام پر غلبہ یورپ کے لوگوں کا ہو گیا، جن پر انسان کی خواہش نفس کو پورا کرنے اور تجارتی فائدہ کے بڑھانے کا شوق غالب تھا اور ان کے اہل سیاست پر اپنے سیاسی مفادات کے فروغ کا غلبہ تھا، اس طرح ابلاغ کا عمل تخریبی راہوں پر

چلنے لگا۔ آج کی اخباری صحافت اور بصری وسمعی ذرائع نے انسانوں کو غلط راہوں اور تخریبی حالات سے واقف کرانے کو گویا مقصد بنالیا ہے، جس کے اثر سے انسان اخلاقی لحاظ سے جانور بنتا جارہا ہے، ہم کو اسلامی تعلیمات کی رُو سے نہ صرف یہ کہ ابلاغ کے ذرائع کو نیک مقاصد کے لیے اختیار کرنا ہے بلکہ دوسروں کو بھی توجہ دلانا ہے کہ ایسے کامیاب او راثر انگیز ذرائع حاصل ہوجانے پر ہم ابلاغ کو زیادہ سے زیادہ بہتر کردار سازی کے لیے اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔

اس سے قبل ناظم جلسہ مولانا نذر الحفیظ ندوی صدر شعبۂ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء نے مغربی میڈیا پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آج میڈیا پر اجارہ داری صہیونوں کی ہے، اسی وجہ سے وہ ہر میدان میں چھائے ہوئے ہیں۔ اس موقع پر سیمینار کے داعی اور میزبان مولانا محمد الیاس ندوی جنرل سکریٹری مولانا ابو الحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل نے مہمانوں کا استقبال کیا، اور جلسہ کی غرض وغایت بیان کی، اور موجودہ عہد میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت، کارکردگی، خطرناکی اور اسلام کے مفاد میں اس کو کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے، اس پر مختصراً روشنی ڈالی، اور اپنی اکیڈمی کا تعارف کراتے ہوئے اس کی سرگرمیوں اور خدمات کا تذکرہ کیا۔

اس کے بعد مولانا نذر الحفیظ ندوی نے رابطہ ادب اسلامی کے سکریٹری جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کی طرف سے ان کی مرتب کردہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ مولانا نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ یہ رابطہ کا ۲۹واں سیمینار ہے، اس سے قبل مختلف علاقوں میں کل ہند سطح پر ۲۸ سیمینار منعقد ہوچکے ہیں، ان کے علاوہ علاقائی سیمینار بھی بڑی تعداد میں منعقد کیے گئے ہیں۔

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے رابطہ ادب اسلامی کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے اس سیمینار کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یورپ نے جس طرح ادب اور ثقافت کو اپنی فکر اور طرز زندگی کی اشاعت اور ترویج کا ذریعہ بنادیا ہے اسی طرح ذرائع ابلاغ کو بھی اپنے ان مقاصد کے لئے استعمال کررہا ہے، اس کے ساتھ میڈیا پر یہودی کنٹرول نے اس کے مضر اثرت میں اور اضافہ کردیا ہے، میڈیا کی تاثیر ادب اور علم کی تاثیر سے زیادہ محیط ہے، اس لئے کہ وہ جغرافیائی حدود کی پابند نہیں، ادب اور علم کی تاثیر محدود اور شخصی یا قومی ہے، میڈیا کی تاثیر عالمی ہے، جو لوگ مغربی ادبی نظریات و رجحانات کا مطالعہ کرتے ہیں، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مغربی ادب ولٹریچر، فضائل اور اچھائیوں کے بجائے رذائل اور برائیوں کا ذریعہ بن گیا ہے، اور خیر وصلاح، تعمیر واصلاح کے بجائے شر وفساد اور تخریب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور اجتماعی اقدار وروایات کی ادب ولٹریچر کی راہ سے دھجیاں اڑائی جاتی ہیں، یہ سب انسانی اخلاق وکردار کی تشکیل کرنے والے اور بنی نوع انسان کو بلند اقدار وروایات کا درس دینے والے دین وتعلیمات دین سے بغاوت کا نتیجہ ہے۔

مولانا نے مزید فرمایا کہ میڈیا علم وفن اور ادب کا مجموعہ ہے، اگر تصور حیات اور نظریۂ زندگی کے بدلنے سے علم وفن اور ادب میں کوئی تبدیلی رونما ہوتی ہے تو طبعی طور پر انفارمیشن میڈیا میں بھی تبدیلی رونما ہوتی ہے، ذاتی منفعت اور شخصی مفادات کے غلبہ کی وجہ سے میڈیا صحیح اور مطابق حال خبریں بہم پہونچانے کے بجائے گمراہ کن واقعات اور خلاف واقعہ خبریں پیش کرنے کا آلہ بن گیا ہے، چنانچہ آج ظالم کو مظلوم، قاتل کو مقتول اور مجرم کو ایسا معصوم بنا کر پیش کیا جاتا ہے کہ گویا ساری رحمت وشفقت اور رحم وکرم کا وہی مستحق ہے، یہ میڈیا ہی ہے جس میں بڑے بڑے شاطر، مافیا، غنڈے اور انسانیت سوز جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو امن کا پیامبر بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مقاصد کو اگر وسائل سے الگ کردیا جائے، اور مقاصد کے تصور کو بدل دیا جائے تو یہ اس کا لازمی نتیجہ ہوگا۔

مولانا نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ نے جو طاقت حاصل کرلی ہے وہ جغرافیائی حدود سے بالا تر ہے۔ آج ملکوں اور قوموں کی تقدیریں نوک قلم سے وابستہ ہوگئی ہیں اور صحافت ملتوں اور قوموں کا مزاج بناتی اور بگاڑتی ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو جس طرح ادب کی تعمیری اور تخریبی طاقت اور صلاحیت کا احساس تھا، اور اس کو صحیح مقاصد کی طرف متوجہ کرنے کی فکر تھی، اسی طرح ذرائع ابلاغ جو ادب ہی کی طرح تاثیر اور ذہن کی تشکیل کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس کی اصلاح اور اس کے اہم کردار کی طرف متوجہ کرنے کی فکر تھی، اور اس کے لئے انہوں نے ادب اسلامی کی تحریک کے ساتھ ساتھ کوشش کی تھی۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ نے اردو ایڈیٹرز کانفرنس (۱۹۷۹ء) سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

”میں اس وقت آپ سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس کی ترجمانی کے لئے میرے پاس جگر مرادآبادیؒ کے اس شعر سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں، وہ کہتے ہیں:

کامل رہبر، قاتل رہزن
دل سا دوست، نہ دل سا دشمن

انہوں نے یہ شعر دل کے متعلق کہا ہے، میں صحافت کو بھی اس کا صحیح مصداق سمجھتا ہوں، آپ کا قلم دودھاری تلوار ہے، جس سے آپ تخریب کا کام بھی لے سکتے ہیں اور تعمیر کا بھی۔ پھر حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ نے عملی طور پر اس کے لئے دار العلوم ندوۃ العلماء میں اعلام کا شعبہ قائم کیا اور میڈیا ریسرچ سنٹر قائم کیا جس میں لکھنؤ شہر کے معروف صحافیوں کا تعاون حاصل کیا گیا۔

افتتاحی اجلاس میں جزائر مالدیپ کے دینی امور کے وزیر ڈاکٹر عبدالمجید، جامعہ علوم القرآن جمبوسر (گجرات) کے مہتمم مولانا مفتی احمد دیولوی اور جامعہ اسلامیہ عربیہ اجراڑہ میرٹھ کے جنرل سکریٹری مولانا گلزار احمد قاسمی نے بھی اپنے تاثرات پیش کئے، اور سیمینار کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ خاص طور پر ڈاکٹر عبدالمجید صاحب نے رابطہ ادب اسلامی کی خدمات اور سرگرمیوں پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور اس بات پر زور دیا کہ سیمینار میں جو تجاویز پاس ہوں ان پر عملدرآمد کو بھی یقینی بنایا جائے تاکہ اس کا فائدہ عام ہو۔ اسی طرح انہوں نے اس کا بھی وعدہ کیا کہ انشاء اللہ وہ جلد ہی مالدیپ میں بھی رابطہ ادب اسلامی کی شاخ قائم کریں گے اور اس کے تحت ادبی سرگرمیوں کا آغاز کریں گے۔

افتتاحی اجلاس کے بعد مقالات کی تین نشستیں منعقد ہوئیں جن میں سیمینار کے موضوع سے متعلق مختلف عناوین پر کل اٹھارہ (۱۸) مقالات پیش کئے گئے۔ مقالات کی نشستوں کی صدارت بالترتیب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، بھٹکل شہر کے قاضی مولانا محمد اقبال ملا ندوی اور رکن مجلس شوریٰ جامعہ اسلامیہ بھٹکل مولانا عبد المتین منیری نے کی، جب کہ نظامت کے فرائض مولانا ایس. ایم. سید ہاشم ندوی، مولانا عبدالحمید اطہر ندوی اور مولانا علیم الدین خطیب ندوی نے انجام دیئے۔ نشستوں کے اختتام پر صدر حضرات نے مقالات پر اپنے خیالات ظاہر کئے۔ مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی نے فرمایا کہ:

”ابلاغ کا موضوع بہت ہی اہم موضوع ہے، ہمیں اس کی اہمیت سمجھنا چاہئے اور اسے علم و دین اور اخلاق فاضلہ کے فروغ کے لئے استعمال کرنا چاہئے جس سے دنیا میں علم وثقافت عام ہو اور اخلاق کا دور دورہ ہو“۔

سیمینار میں جن حضرات نے مقالے پیش کئے ان میں چند اہم حضرات کے اسماء درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر رابطہ ادب اسلامی، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی سکریٹری جنرل رابطہ ادب اسلامی، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا مفتی احمد دیولوی مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر (گجرات) ڈاکٹر ابوبکر رہبر (اورنگ آباد)، مولانا ثناء اللہ قاسمی ڈائرکٹر شعبۂ دینیات ای ٹی وی حیدر آباد، مولانا عبد الرشید ندوی اورنگ آباد، ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی صدر شعبۂ اردو انجمن کالج بھٹکل، مولانا محمود حسن حسنی ندوی استاد مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی، مولانا عبد الرحمٰن ملی ندوی استاد جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مولانا محمد شاکر فرخ ندوی استاد المعہد الاسلامی مانک منو سہارنپور، مولانا نور الصباح اسماعیل کلکتہ مہتمم مدرسہ باب العلوم کلکتہ، مولانا سعود الحسن ندوی استاد ادب عربی مدرسہ دینیہ غازیپور، مولانا اقبال احمد ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (ان کا مقالہ مولوی حفظ الرحمٰن مظاہری متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء نے پیش کیا)، مولانا مشہود السلام ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا محمد ناصر ایوب ندوی ناظم مدرسہ انوار القرآن و پبلک اسکول مانکپور للباڑی ضلع یمنا نگر، مولوی محمد ذاکر بارہ بنکوی ندوی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولوی حسرت علی بارہ بنکوی قاسمی ندوی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، ڈاکٹر محمد طارق ایوبی ندوی مدیر ماہنامہ اعتدال علی گڑھ، مولانا عبد المصور ندوی استاد مدرسہ محمدیہ امراوتی مہاراشٹر وغیرہ۔

اختتامی نشست

افتتاحی اجلاس اور مقالات کی تین نشستوں

کے بعد ۳ / جون ۲۰۱۱ء کو صدر رابطہ ادب اسلامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی صدارت میں سیمینار کی اختتامی نشست منعقد ہوئی۔ سب سے پہلے معروف شاعر وادیب ڈاکٹر راہی فدائی، ڈاکٹر قمر الدین سابق مشیر اقوام متحدہ اور مولانا سید عبد اللہ محمد حسنی ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنے تأثرات و خیالات پیش کیے جن میں ذرائع ابلاغ کے موضوع پر منعقد ہونے والے اس سیمینار پر اپنی خوشی و مسرت کا اظہار کیا اور رابطہ ادب اسلامی کی سرگرمیوں اور خدمات کی ستائش کی۔

اس کے بعد تجاویز کمیٹی کی مرتب کردہ تجاویز مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی نے پیش کیں، تجاویز میں یہ بات سامنے آئی کہ ہر سال تعمیری صحافت کے عنوان سے ایک ورکشاپ ہندوستان کے کسی بڑے شہر میں منعقد کیا جائے، اس میں مسلم صحافیوں کو دعوت دی جائے اور اسلامی مدارس کے طلبہ کو بھی مدعو کیا جائے جو صحافت سے وابستہ ہوں، اس ورکشاپ میں انسانیت سوز اور اخلاق سوز مضامین کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی جائے۔ نیز تمام بڑے مدارس میں میڈیا سینٹر قائم کیا جائے جہاں مقامی زبانوں میں شائع ہونے والی ان خبروں اور مضامین کا جائزہ لیا جائے اور بروقت ان پر تردیدی مراسلات اور مضامین اخبارات میں شائع کرائے جائیں۔ اسی طرح ہندوستان کے تمام اسلامی مدارس سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے یہاں کی علاقائی زبانوں میں ماہنامے اور سہ ماہی رسالے شائع کریں اور انہیں غیر مسلم اخبارات ورسائل کو اہتمام سے بھیجیں۔

ایک تجویز یہ بھی سامنے آئی کہ مسلم اور غیر مسلم صحافیوں کے درمیان ملاقاتوں کا اہتمام کیا جائے، اسی طرح ان کالجوں میں جہاں مسلمان طلبہ زیر تعلیم ہیں، ان کو بھی اسلام سے متعلق معلومات مہیا کی جائیں، اور غیر مسلم طلبہ کے سوالات کی ایک نشست کا اہتمام ضرور کیا جائے۔

آخر میں صدر جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے پہلے رابطہ ادب اسلامی کی تشکیل پر مختصر روشنی ڈالی اور اس سلسلہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمہ اللہ بانی صدر رابطہ ادب اسلامی کی فکرمندیوں کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ ابتداء میں ادب کے ساتھ اسلامی کے لفظ کی مخالفت کی گئی، لیکن بعد میں جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ تعمیری کام ہے تو پھر ان کی مخالفت کم ہوتی گئی اور لوگ اس سے جڑتے گئے اور اب ماشاء اللہ اس کا کارواں چل پڑا ہے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ ہمارا آج کا یہ سیمینار میڈیا کے موضوع پر ہے، بھٹکل میں اس موضوع پر اس سے پہلے بھی سیمینار منعقد ہو چکا ہے، ہمیں میڈیا کو تعمیری بنانا ہے، کیونکہ آج کا میڈیا تخریبی ہو چکا ہے۔ اسلام انسانیت نوازی کے لئے آیا ہے، وہ انسانیت کے تقاضے پورے کرتا ہے، اور ہمارا یہ اسلامی ادب بھی انسانی ادب ہے، ہمیں اس ادب کو انشاء اللہ آگے بڑھانا ہے۔

صدر جلسہ کی دعاء پر سیمینار کا اختتام ہوا۔

☆☆☆☆☆

تعمیر حیات-شرح خریداری کی تفصیل

فی شمارہ/ Rs. 12 سالانہ زر تعاون/ Rs. 250

غیر ملکی فضائی ڈاک سے US $ 50

شرائط اشتہار

نرخ اشتہار چار کلر صفحہ (پشت پر) /Rs. 50 فی سینٹی میٹر فی کالم۔

نرخ اشتہار ایک کلر صفحہ (اندرونی) /Rs. 40 فی سینٹی میٹر فی کالم۔

اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے، کمیشن ایک تا بارہ اشاعت 40%

شرائط ایجنسی

پانچ پرچوں سے کم کی ایجنسی جاری نہ ہوگی۔

فی کاپی /Rs. 20 بطور ضمانت پیشگی ادا کرنا ہوگا۔

کمیشن

۵تا۲۰ کاپی 25%-۲۱تا۵۰ کاپی 30%-۵۱تا۱۰۰ کاپی 35%-۱۰۰ سے زائد کاپی 40%

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

ہر سال سینکڑوں یہودیوں کا قبول اسلام

ایک عبرانی اخبار نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ سالانہ سینکڑوں اسرائیلی یہودی دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے ہیں اور سال بہ سال اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے اور نعمت اسلام سرفراز و مالا مال ہونے والوں کی تعداد روز افزوں ہے۔

مشہور اخبار "معاریف" کے مطابق سالانہ سینکڑوں یہودی وزارت قانون وانصاف میں تبدیلی مذہب کی درخواست دیتے ہیں جو اپنے سابق دین کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں، مزید اخبار نے لکھا ہے کہ یہود کے سرگرم سماجی اور مذہبی افراد کو اس سے شدید خوف لاحق ہو گیا ہے اور اس میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بغیر اطلاع دیئے دین اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں اور علی الاعلان اسلام کا کلمہ بلند کرتے ہیں۔

اخبار نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اس کے پاس متعدد ایسے نمبرات اور شہادتیں ہیں جن کی بنیاد پر کھل کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سینکڑوں اسرائیلی یہودی اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور یہ بات پچھلے پانچ برسوں میں کچھ زیادہ ہی پیش آرہی ہے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ گذشتہ دو برسوں میں دوسو انچاس (۲۴۹) یہودیوں نے دین اسلام میں داخل ہونے کی درخواستیں وزارت عدل وانصاف میں داخل کی ہیں، دلچسپ بات یہ ہے کہ اخبار مذکور نے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ صورت حال قابل اطمینان نہیں ہے اور آئندہ اس سے قوم یہود کے لیے پریشانیاں بڑھ سکتی ہیں۔

نومسلموں میں سے ایک کا یہ بیان بھی اخبار نے نقل کیا ہے کہ جتنی تعداد کا اظہار کیا گیا ہے اس سے صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ متعدد ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنا دین تبدیل کر لیا اور اس کی کسی کو خبر نہیں دی، اسی کے ساتھ اخبار نے قوم یہود کے ایک فرد کی یہ بات بھی نقل کی ہے کہ جو بھی یہودی اپنے دین کو تبدیل کرتا ہے وہ قوم یہود کے لیے سخت نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ کا عمل اور اس کے ثمرات

سعودی عرب کے دار الحکومت ریاض کے مرکز برائے دعوت وارشاد کے زیر اہتمام سعودی عرب میں مقیم غیر مسلم افراد کے درمیان اسلامی دعوت وتبلیغ کا عمل منظم انداز میں دیا جا رہا ہے۔ مرکز کے تحت دعوتی امور انجام دینے والے علماء کرام اور مبلغین حضرات کی کوششوں کے نتیجہ میں ہر ماہ اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، چنانچہ گزشتہ ماہ ریاض کے ایک علاقہ 'روضہ' میں (۴۱۰) افراد نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

غیر مسلموں تک اسلام پہونچانے کے لیے مختلف زبانوں میں لیکچرز اور دروس دیئے جاتے ہیں، ان کے مابین مختلف کتابیں اور سی ڈیز بھی تقسیم کی جاتی ہیں، اس موقع پر ایک ماہ میں ۲۳۶ دروس کا اہتمام کیا گیا جب کہ ۴۷۰۹ سی ڈیز اور ۱۹۳۳۰ کتابیں بھی تقسیم کی گئیں۔

اسی طرح ریاض ہی کے دوسرے علاقے 'بطحاء' میں چین اور فلپائن سے تعلق رکھنے والے ۲۲/ افراد نے جمعہ کی نماز سے قبل اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا اور جمعہ کے بعد ۳۹/ افراد حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

برطانیہ میں میلہ برائے تعارف اسلام و تعلیمات دین

الندوۃ العالمیہ للشباب الاسلامی (World Young Muslim Assembaly) کی جانب سے برطانیہ کے شہر 'لوٹن' میں ایک دعوتی کتاب میلہ کا اہتمام کیا گیا جس میں اسلامی تعلیمات، اس کے آداب وارکان اور اسکے اقدار وانسانی ہمدردی ورواداری کو نمایاں کیا گیا، اس موقع پر اسلامی تعلیمات اور مختلف اسلامی، دینی ودعوتی موضوعات پر مشتمل (CD) اور (DVD) تقسیم کی گئیں، آخر میں "اسلام اور عصر حاضر کے مسائل" کے عنوان پر ایک مجلس کا بھی انعقاد کیا گیا۔

تعارف اسلام کے طور پر مختلف یوروپین زبانوں میں دعوتی کتابچے اور پمفلٹ بھی تقسیم کیے گئے، اس دعوتی میلہ میں سینکڑوں مشاہدین آئے اور انہوں نے اسلامی تعلیمات سے واقفیت حاصل کی، اس کمیٹی کے ذمہ داروں نے ان کے مختلف سوالوں کے جواب دیئے اور اس کے متعلق ان کو دعوتی کتابیں دی گئیں جس سے ان کے افکار وتصورات دین اسلام کے متعلق صحیح ہوں۔

یروشلم کے مسلم قبرستان پر اسرائیل کا میوزیم

اسرائیل کی حکومت نے مغربی یروشلم کے ایک قدیم مسلم قبرستان پر ہٹلر کے مبینہ مظالم کو اجاگر کرنے کے لئے "تحمل میوزیم" بنائے جانے کی تجویز کو منظور کرلیا ہے، اس میوزیم میں ہٹلر کے نام نہاد مظالم اور صیہونیوں کے مبینہ صبر وتحمل پر روشنی ڈالی جائے گی۔

یاد رہے کہ ہٹلر کے مظالم کو صیہونی فرقہ بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا آیا ہے۔ اسرائیلی حکومت کے اس فیصلے سے یروشلم میں بسنے والے فلسطینیوں میں سخت بے چینی پیدا ہوگئی اور انہوں نے اسرائیل کو اس من مانی سے روکنے کے لئے عالمی برادری سے مدد مانگی ہے۔ یروشلم اسٹڈیز سینٹر کی سربراہ ہدیٰ الامام نے اس تعمیر پر اعتراض جتاتے ہوئے کہا ہے کہ اقوام متحدہ اور عرب ممالک کو اس سلسلے میں فوری طور پر مداخلت کرنی چاہئے تاکہ اسرائیل اپنے ناپاک ارادوں سے باز رہے۔

حکومت تیونس کی طرف سے ملکی شناختی کارڈ میں حجاب اور داڑھی کی اجازت

تیونس کی حکومت نے سرکاری طور پر وطنی شناختی کارڈ میں عورتوں کے لیے حجاب اور مردوں کے لیے داڑھی والی تصویر کی اجازت دے دی۔

وزارت داخلہ کی طرف سے ایک بیان میں کہا گیا کہ اب ملک کے تمام باشندوں کے لیے شناختی کارڈ میں حجاب اور داڑھی والی تصویر کے استعمال کی کھلی اجازت ہوگی، یہ حکم ملک کے قوانین کی اصلاحات کے ضمن میں آیا ہے، اب ہر فرد کو اجتماعی اور انفرادی طور پر اسلامی قوانین وتعلیمات پر عمل کرنے کی مکمل اجازت ہوگی۔

اس سے قبل سابق صدر زین العابدین بن علی کے دور اقتدار میں ۱۹۹۳ء میں یہ حکم صادر کیا گیا تھا کہ کارڈ پر باحجاب تصویر کا استعمال سخت منع ہے اور یہ بھی لازم کردیا گیا تھا کہ عورت کے بال تصویر میں بالکل کھلے ہونے چاہئیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ وزارت داخلہ نے مردوں کے لیے داڑھی کے ساتھ کارڈ پر تصویر استعمال کرنے کی بھی اجازت دے دی ہے جب کہ یہ چیز بھی بن علی کے دور اقتدار میں ممنوع تھی۔

معذرت کے بعد ہی اسرائیل سے تعلقات بحال ہوسکتے ہیں: رجب طیب اردگان

ترک وزیراعظم رجب طیب اردگان نے ایک بار پھر اپنے اس موقف کا اعادہ کیا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات بحالی سے قبل سے گزشتہ برس ترک جہاز پر غارت گری میں نو(۹) ترک رضاکاروں کو شہید کرنے پر معذرت کرنی ہوگی۔ ترک پارلیمنٹ کے سامنے نئی ترک حکومت کا پروگرام پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات دوبارہ اس وقت تک معمولی پر نہیں آسکتے جب تک وہ گزشتہ برس ۳۱؍مئی ۲۰۱۰ء کو ترک جہاز "مرمرہ" پر کی جانے والی اپنی غارت گری پر معذرت نہیں کرلیتا۔ انہوں نے اس حملے کو تمام عالمی قوانین وضوابط کی کھلی توہین قرار دیا اور شہید ہونے والے رضاکاروں کے رشتہ داروں کو معاوضہ ادا کرنے کا مطالبہ بھی کیا۔

اردگان نے اس موقع پر کہا کہ غزہ کے پانچ سالہ ظالمانہ حصار کا خاتمہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی بنیادی شرائط میں داخل ہے۔ اردگان نے پارلیمنٹ کے سامنے عہد کیا کہ ان کی حکومت فریڈم فلوٹیلا پر صیہونی حملے کے متعلق اقوام متحدہ کی تحقیقات کے مطابق عمل کرے گی۔

دوسری طرف اسرائیلی وزیر دفاع ایہود باراک نے ترک وزیراعظم کی جانب سے فلوٹیلا غارت گری پر معافی کے مطالبے پر غصے کا اظہار کیا ہے۔ اسرائیلی ذرائع ابلاغ نے باراک کے حوالے سے بتایا کہ اسرائیلی حکومت ترکی کے ساتھ سفارتی بحران حل کرکے طویل مدتی مفادات پر نظر لگائے ہوئے ہے۔ انہوں نے کہا کہ ترک وزیراعظم رجب طیب اردگان کی جانب سے انقرہ اور تل ابیب کے درمیان تعلقات کی عدم بحالی کے بیان سے دونوں ملکوں کے درمیان سفارت تنازع حل کرنے میں مشکلات پیدا ہوجائیں گی۔

باراک نے دعویٰ کیا کہ اقوام متحدہ کی جانب سے فلوٹیلا پر اسرائیل کی تحقیقات عنقریب منظر عام پر آنے والی ہیں جس سے غزہ کی پٹی کے محاصرے کا جواز ثابت ہوجائے گا۔ اس رپورٹ سے معلوم ہوگا کہ اسرائیل نے بین الاقوامی قوانین پر چلتے ہوئے ہی فلوٹیلا پر حملہ کیا تھا۔

واضح رہے کہ اسرائیل اور ترکی کے درمیان تعلقات کی خرابی کا آغاز سن ۲۰۰۸ء کے اواخر میں غزہ پر اسرائیلی حملے سے شروع ہوا۔ اس میں اس وقت مزید تیزی آئی جب ۲۰۰۹ء کی ڈیوس اقتصادی کانفرنس میں ترک وزیراعظم اور اسرائیلی صدر شمعون پیریز کے درمیان تلخ جملوں کا تبادلہ ہوا۔ تاہم مئی ۲۰۱۰ء میں اسرائیلی بحریہ کے ترک بحری جہاز پر حملے میں نو ترک رضاکاروں کی شہادت سے یہ تعلقات اپنے اختتام کو پہنچ گئے۔

☆☆☆☆☆

بنگلور کا قیام اور کچھ اہم خطابات

محمود حسن حسنی ندوی

۶،۷،۸؍مئی ۲۰۱۱ء کو دارالعلوم سبیل الرشاد کا پچاس سالہ جشن تعلیمی منعقد ہوا جس کے داعی مولانا مفتی اشرف علی باقوی تھے، اس سیمینار کا افتتاح میر کارواں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے اپنی دعاؤں سے فرمایا، حضرت والا نے ہی اس افتتاحی تقریب کی صدارت بھی فرمائی، مندوبین کے تاثرات کے بعد حضرت نے خطاب فرمایا اور کہا کہ:

"یہ تاثرات جو آپ لوگوں نے سماعت فرمائے حقیقت پر مبنی تاثرات ہیں، اس ادارہ کے بانی حضرت مولانا شاہ ابوالسعود احمدؒ نے جس جذبہ سے ادارہ کی بنیاد ڈالی تھی، اس اخلاص وجذبہ صادق کی برکت ہے، انہوں نے صفۂ نبوی کو نمونہ بنا کر اس ادارہ کی داغ بیل ڈالی اور تعلیم وتربیت دونوں کو پیش نظر رکھا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بتائی گئی ہے کہ تعلیم بھی دیتے ہیں، اور اخلاق وحکمت کی جو باتیں ہیں، ان کو بھی سمجھاتے ہیں اور تزکیہ بھی کرتے ہیں کہ نیت واخلاص اور احسان کی روح کے ساتھ یہ سارے کام کئے جائیں، قرآن مجید میں ارشاد ہوا: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ﴾۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی تربیت فرمائی وہ سب تعلیم وتربیت کے اعلیٰ معیار اور دین کی اعلیٰ سمجھ کے ساتھ نکلے، اس طرح صحابۂ کرام کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے جو نبیوں کے بعد سب سے مقدس ومکرم جماعت ہے، یہ سب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی وجہ سے ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفہ کا جو نمونہ دیا، اس نمونہ کو سامنے رکھ کر کام کرنا بڑی برکت اور بہترین نتائج کا ضامن ہے، شاہ ابوالسعود احمدؒ نے ایسا ہی کیا، جس کی برکتیں ظاہر ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مبارک کرے، آمین"۔

مولانا ابو السعود سیمنار کی پہلی نشست کی صدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے ہی فرمائی اور اپنے خطاب میں کہا کہ:

"جو مقالات پیش کے گئے ہیں، ان میں مولانا شاہ ابوالسعود احمدؒ کی خصوصیات وصفات اور دین سے ان کا جو تعلیمی، عملی، دعوتی وتربیتی تعلق رہا ہے اس کی تفصیلات سامنے آئیں، شخصیتیں قابل تقلید ہوتی ہیں، ان کو سامنے لانا ضروری ہوتا ہے، اپنے بڑوں کو دیکھ کر چھوٹے ان اوصاف کو اختیار کرتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو آج ہم تک دین نہ پہنچتا اور دین عمل میں نہ آتا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا ہے، اس کے ذریعہ اسلامی شریعت کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے، مسلمان شریعت اور دین پر جس طرح عمل کرنے کی کوشش کرسکتا ہے کرتا ہے، جو حالات آپ کے سامنے رکھے گئے، وہ صرف سننے کے لیے نہیں نقل کرنے اور سیکھنے کے لیے ہیں، اس جلسہ سے ہم کو یہ پیغام مل رہا ہے کہ ایسی بڑی شخصیت جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طالب رہی ہے اور جس شخصیت نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ بنا کر اختیار کیا، اس کی زندگی سے ہم کو سبق سیکھنا چاہئے اور ان کے جو اخلاق اور سیرت کے اعلیٰ پہلو ہیں ان کو اختیار کرنا چاہئے، مولانا شاہ ابوالسعود احمدؒ کی سیرت سے امید ہے ہماری نسل فائدہ اٹھائے گی"۔

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی (معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے بزم مقالات کی تیسری نشست کی صدارت فرمائی، اور بڑا فکر انگیز خطبۂ صدارت دیا، انہوں نے اپنے خطبۂ صدارت میں کہا:

"ان شخصیات کا کام اور مشن آگے بڑھا ہے جنہوں نے اپنی اولاد واخلاف کو اپنے راستہ پر چھوڑا اور اس کے لیے ان کو تیار کیا، انہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو نظیر میں پیش کرتے ہوئے شاہ ابوالسعود احمد کو اس کی بہترین مثال قرار دیا۔

مولانا نے اصلاح باطن اور تزکیۂ قلب کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اس کے بغیر کام میں نورانیت اور برکت نہیں پیدا ہوسکتی اور اس کے ساتھ کام کو بقا اور دوام حاصل ہوتا ہے، بعض بڑی شخصیتوں نے علمی کمالات میں بام عروج پر پہنچنے کے بعد اپنے قلب کی اصلاح اور باطن کی درستگی میں ایسے صاحب دل بزرگ کی صحبت وتربیت اختیار کی جو ان کمالات کے حامل نہیں تھے جیسے مولانا نظام الدین فرنگی محلی بانی درس نظامی نے حضرت سید عبدالرزاق ہانسوی کی ارادت اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے تیار کردہ درس نظامی کو وہ قبولیت دی کہ جس سے بڑے بڑے علماء اور اہل اللہ تیار ہوکر نکلے اور آج بھی یہ نظام درس اسی طرح مقبول ہے اور دنیا کے بڑے حصہ میں رائج ہے۔

مولانا واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ نے قرآن کریم کی آیت ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ اس آیت میں مدراج تعلیم وتربیت بتائے گئے ہیں، پہلے کتب کی تعلیم جو قرآن پاک کی ہوتی ہے، پھر اخلاقیات کی تعلیم جب بچہ بلوغ کے مرحلہ میں داخل ہورہا ہوتا ہے وہ گناہوں کا عادی نہ بنے اور اس کے اندر گناہوں کی ایسی نفرت بٹھادی جائے کہ گناہ سے اس کو گھن ہو اور اس کا دل ودماغ خرافات میں نہ چلے، تعلیم کی طرف

یکسو ہے، اس کے بعد تعلیم کا اعلیٰ مرحلہ ہے اور کتاب الٰہی میں جو علوم دیئے گئے ہیں، ان کو انسان اپنی صلاحیت، عقل و دماغ کے اعتبار سے حاصل کرتا جائے اور پھر اس حکمت کی تعلیم جس کے ذریعہ وہ ان علوم سے دوسروں کو فائدہ پہونچا سکے۔

مولانا نے فرمایا آج ہم لوگوں سے اس میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے اور صرف علم کے ایک پہلو پر اکتفا کیا جاتا ہے، مولانا نے پیش کئے گئے مقالات میں اس پہلو کی طرف کم توجہ کئے جانے کا شکوہ کیا جس سے مولانا شاہ ابوالسعود احمدؒ کی شخصیت میں نافعیت کا پہلو سامنے آتا ہے۔

اختتامی نشست جلسہ دستار بندی کے ساتھ خاص تھی، اس نشست سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے مختصر خطاب کیا اور فرمایا کہ:

"آپ حضرات نے مفید باتیں سنیں اور جو مقالات پیش کئے گئے ان سے اندازہ ہوا کہ مولانا شاہ ابوالسعود احمدؒ نے اس دارالعلوم کو سینچا، تناور درخت بنایا اور بڑی حکمت وبصیرت سے ترقی دی۔

قارئین کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ اب یہ علم کے نئے مرحلہ میں داخل ہو رہے ہیں، علم کا معاملہ اس طرح ہے کہ علم حاصل کرنے کے بعد علم کو عام نہ کرے اور علم سے دوسروں کو فائدہ نہ پہونچائے، دین کے لئے فکر کرنے والے لوگ نہ ہوں، یہ مدارس نہ ہوں تو دین باقی نہ رہے، جہاں مدارس نہیں رہے وہاں دین نہیں رہا، اس لئے اب آپ لوگوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوگئی ہے کہ آپ اس علم کو عام کریں اور پھیلائیں"۔

اتوار ۸/مئی کو عصر بعد سید بیری صاحب کے مکان 'مسکن' حضرت مولانا منتقل ہوگئے، وہاں ان اہل تعلق کی آمد ورفت زیادہ رہی جو دینی اصلاح واستفادہ اور بیعت وارادت کا تعلق رکھتے ہیں یا یہ تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں، برابر لوگ آتے رہے اور مستفید ہوتے رہے۔ بیری صاحب نے اپنا دسترخوان وسیع رکھا، ندوی فضلاء میں مولوی صغیر شریف اور مولوی سید شبیر نے خاصا وقت فارغ کیا۔

سرکاری افسران سے خطاب

سید بیری صاحب کے مکان پر کچھ سرکاری افسران بھی جمع ہوگئے تھے۔ ان سے خطاب کرتے ہوئے ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے فرمایا کہ:

"جو کوئی خیر کا کام کرے گا اس کو دنیا میں سکون ملے گا، کسی کو تکلیف پہونچانے سے دل بے چین ہوتا ہے، اصل دل کا طمینان ہے، آپ میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے ایک مقام دیا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھئے اور یہ پیش نظر رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہونچے، بعض وقت چھوٹی سی نیکی پر اللہ تعالیٰ بہت اجر دیتا ہے، جب یہ سمجھے گا کہ یہ چیز اللہ کی طرف سے ہے تو اس سے عمل کا وزن اللہ کے یہاں بڑھ جاتا ہے اور اجر میں اضافہ ہو جاتا ہے، مومن کو نیکی کا فائدہ دنیا و آخرت دونوں جگہ ملتا ہے، جب کہ کافروں کا معاملہ یہ ہے کہ ان کی نیکی کا بدلہ جو ملنا ہوتا ہے دنیا میں ہی مل جاتا ہے، مومن کا معاملہ یہ ہے کہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ پوری طرح دنیا میں نہ دے تو آخرت میں بھرپور ملے گا۔

آپ حضرات جس مقام پر ہیں، اس مقام پر یہ نیت رکھیں کہ مخلوق خدا کو نفع پہونچے گا یہ اللہ کو پسند ہے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں صرف انسان ہی نہیں جانور بھی ہیں اور دوسری مخلوقات بھی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک کتے کو پانی پلانے سے فاحشہ عورت کی مغفرت ہوگئی، اس طرح ایک واقعہ غار کا ہے، تین لوگ تھے اور غار کا منہ چٹان کھسکنے سے بند ہوگیا تھا۔ آپس میں مشورہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے اور اپنے اپنے نیک عمل کا واسطہ دیا جائے تو ہر ایک نے ایسا ہی کیا اور سب کو نجات مل گئی۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان عہدوں پر پہونچایا، آپ کو یہ بات معلوم ہوگی کہ کتنے لوگ ہیں جنہوں نے بڑی کوشش اور محنت کی اور انہیں کچھ حاصل نہیں ہوا اور جنہوں نے زیادہ کوشش نہیں کی؛ لیکن اللہ کا فضل ہوا اور ان کو یہ دولت حاصل ہوئی ان کو چاہئے کہ دوسروں کی تکلیفوں کو دور کریں، راحت پہنچائیں اور دکھ درد میں کام آئیں۔

آپ جانتے ہیں اس ملک میں جو حالات ہیں اس میں ہم خود مسلمانوں کی فکر نہ کریں گے تو نہ باہر سے ہماری مدد ہو سکتی ہے اور نہ ہم ترقی کر سکتے ہیں، ہم کو جو چیز حاصل ہو رہی ہے اس میں کس چیز کا دخل ہے ہم اپنے کو دیکھنے میں ہمارے بہت سے ساتھی تھے اور محنت کم نہیں کرتے تھے، سب کو ایک جگہ ایک مقام نہیں ملا، کسی کو اللہ تعالیٰ نے کہیں پہونچایا اور کسی کو کہیں پہونچایا"۔

مسلمانوں میں تفرقہ اور گروہ بندی کیوں ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ:

"ہمارے گھروں کا تربیتی نظام نہیں چل رہا ہے، بہت ساری طبیعتیں بچپنے میں بنتی ہیں، اب نہیں رہا، بڑی شخصیتوں کی زندگی کا جائزہ لیجئے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کے گھر کی تربیت اچھی رہی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی شکایت گھر کی خادمہ نے ان کی والدہ سے کی کہ انہوں نے ہمارے بچے کو مارا، ان کی والدہ خیر النساء بہتر صاحبہ نے خادمہ کے بچہ سے بدلے میں مارنے کو کہا اور ان سے کہا کہ تم معافی مانگو، مولانا علی میاں ندویؒ پر اس بات کا اتنا اثر پڑا کہ ان کے لئے تو دوسرے کا دل دکھانا سنگین جرم ہوگیا اور معافی مانگنا آسان ہوگیا تو جس طرح ہم بچہ کی قابلیت کی فکر کرتے ہیں، اس کی تربیت کی بھی فکر کریں تاکہ اس کے اندر کا جذبہ اچھا ہو اور وہ دوسرے کے فائدے کو اپنا فائدہ اور دوسرے کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھے"۔

یہ گفتگو مولانا مدظلہ نے ان سرکاری افسران کے سامنے کی جو بنگلور میں اپنی اپنی ذمہ داریاں سنبھال رہے ہیں، یہ لوگ مولانا شبیر ندوی کی کوشش سے بیری صاحب کے مکان 'مسکن' میں جمع ہوئے تھے۔

بیعت ہونے والوں کو نصیحت

مولانا مصطفیٰ رفاعی ندوی حضرت مولانا مدظلہ کی خدمت میں برابر رہے، وہ بیعت ہونے والوں کو بیعت کی حقیقت سے واقف کراتے اور یہ کام وہ بیعت ہونے کے بعد کرتے، حضرت مولانا مدظلہ نے بھی ضرورت سمجھی کہ وہ اس تعلق سے یہ باور کرادیں کہ یہ کوئی فرض وواجب نہیں کہ جس کے بغیر نجات نہیں؛ لیکن یہ ایک طریقہ ہے جس سے نجات کے راستہ پر چلنا آسان ہو جاتا ہے اور صحابہ وصحابیات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، یہ ایک عہد ومعاہدہ ہے صحیح ایمانی زندگی گذارنے کا، اس تعلق سے حضرت مولانا نے فرمایا کہ:

"بیعت تدبیر کے طور پر ایک طریقہ ہے نیک زندگی گذارنے کا، جس کو اس لئے اختیار کیا جاتا ہے کہ ہم نے اپنی پچھلی زندگی میں جو کوتاہیاں کی ہیں ان کی معافی ہو جائے اور سچی توبہ کی جائے اور یہ کہ آئندہ غلطیاں اور نافرمانیاں نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کوششیں دیکھتا ہے کہ بندہ نے کوشش کی ہے یا نہیں، دعا اور توبہ واستغفار کا اہتمام رکھا جائے، برے کاموں سے بچا جائے اور اچھے کاموں کو اختیار کرنے کی کوشش کی جائے ایسے موقع پر ذکر بتایا جاتا ہے، سو (۱۰۰) مرتبہ لا الہ الا اللہ کا ذکر کرلیا کریں، اللہ اللہ کا ذکر تین سو مرتبہ (۳۰۰) کسی وقت کرلیا کریں، اور سو (۱۰۰) سو (۱۰۰) مرتبہ درود شریف، تیسرا کلمہ اور استغفار کی تسبیحات کا اہتمام رکھا جائے۔ برکتیں حاصل ہوں گی، اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوگا"۔

مولوی شبیر ندوی حضرت کو اپنے 'مدرسہ اصلاح البنات' بھی لے گئے، اس وجہ سے حامد محسن صاحب کے 'سلام سنٹر' حضرت نہ جاسکے، وہ حضرت کی کتاب "رہبر انسانیت" (انگریزی) کو بڑی مقدار میں تقسیم کا ارادہ رکھتے ہیں، کہنے لگے آپ کو دیکھ کر اپنے والد صاحب کی یاد آجاتی ہے کہ آپ کی شفقتیں والد مرحوم کی شفقتوں کی یاد دلاتی ہیں، وہ کئی بار ملنے آئے۔

مدرسہ 'اصلاح البنات' سے جناب حسن موسیٰ سیٹھ صاحب کے ہاں حضرت تشریف لے گئے،

حضرت کی کتاب "رہبر انسانیت" اہم حضرات کو ہدیہ کے طور پر دی گئی، حضرت نے خصوصیت سے مفتی شعیب اللہ خاں اور مولانا ریاض الرحمٰن رشادی کو ایک ایک نسخہ بھجوایا۔

ایک اہم خطاب

حضرت نے فرمایا: "دہشت گردی کے خلاف جتنی بات دین اسلام میں کہی گئی ہیں، کہیں نہیں کہی گئیں، قرآن مجید اور احادیث نبوی میں ظلم کی اس قدر مذمت ہے کہ انتقام لینے میں بھی اسی قدر بدلہ لینے کی اجازت ہے جتنا اس کی طرف سے زیادتی ہوئی ورنہ انتقام لینے والا ظالم ہو جائے گا، مذہب اسلام میں کسی کی تکلیف کو دور کرنے اور دوسرے کی راحت کا سبب بننے کی بڑی ترغیب دی گئی ہے، جس نے کسی کی جان بچائی گویا اس نے پوری انسانیت کی جان بچائی، جس نے کسی کو بلاوجہ موت کے گھاٹ اتارا اس نے گویا پوری انسانیت کی جان لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے پروانے ہوتے ہیں، روشنی پر گرتے ہیں ہم تمہاری کمر پکڑ پکڑ کے نکال رہے ہیں"۔

جہاد کہتے ہیں کوشش کرنے کو، حق بات کہنا نرمی کے ساتھ، حکمت کے ساتھ اور یہ بھی کوشش ہو کہ جو حق بات ہے وہ دوسروں تک پہونچے، زبردستی کرنا مناسب نہیں، اس لئے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، حق بات دوسروں تک پہونچانا یہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔

دنیا نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جسم کی راحت اصل ہے، جسم کی راحت اصل نہیں دل کی راحت اصل ہے، اس میں ماں کی مثال اولاد کی تکلیف کے لئے کافی ہے کہ ماں کا دل کیسا بے چین ہو جاتا ہے، آج پوری دنیا بے چین ہے جب کہ جسم کی راحت کے لیے سارے اسباب ووسائل جمع کرلیے ہیں۔

ساری نعمتوں سے بڑھ کر نعمت یہ ہے کہ دل خوش ہو، جو لوگ دنیا کے معاملات میں غرق ہیں ان کا دل خوش نہیں، یہ جو لوگ کلبوں میں جاتے ہیں، ٹی وی دیکھتے ہیں، وہ یہ سب دل کی خلش دور کرنے کے لئے کرتے ہیں حالانکہ اس سے دل کی خلش دور نہیں ہوتی۔

جسم کا جو حق ہے وہ ادا کیا جائے، حدیث شریف میں آتا ہے: "ان لجسدك عليك حقا" جسم کا حق ہے، جسم کو نقصان پہونچانا اچھی بات نہیں ہے؛ لیکن بس جسم کو آرام پہونچانے میں ہی لگ جایا جائے یہ بات درست نہیں۔

اسلام ایسا مذہب ہے جس میں ہر بات کی رعایت رکھی گئی ہے اور اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کے لئے دوہرا فائدہ رکھا گیا ہے، دنیا میں جو نفع ملے گا وہ الگ اور آخرت میں جو حاصل ہوگا وہ الگ، غیر مسلموں کے لئے بس دنیا ہی ہے آخرت میں کچھ نہیں، اس لئے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے طرز معاشرت کی تقلید ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ ان کے لئے جو کچھ ہے وہ دنیا ہے آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری انسانیت کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، اور غیر مسلموں کو بھی جو رزق مل رہا ہے وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی بھی ہوگا عذاب نہیں آئے گا، دنیا کا قیام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مربوط ہے جب آپ کی امت کا ایک فرد بھی دنیا میں نہ ہوگا تو وہی وقت قیامت کا ہوگا، اس لئے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں رکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب درود بھیجنا چاہئے اور امت کی جو ذمہ داری دعوت کی ہے اس کو بھی اپنی اپنی طاقت کے بقدر نباہنا چاہئے"۔

یہ اہم خطاب بھی دانشوروں کے ایک منتخب مجمع کے سامنے کیا تھا۔

☆☆☆☆☆

اہل خیر حضرات کی خدمت میں

رمضان المبارک میں ندوۃ العلماء کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے جن اساتذہ و محصلین کو جس شہر یا علاقہ میں بھیجا جارہا ہے اس کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے، اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

(مفتی) محمد ظہور ندوی

نائب ناظم و ناظر شعبۂ تعمیر و ترقی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	علاقہ
۱	جناب مولانا ابوالبقاء صاحب ندوی	معاون ناظر مالیات	سرپرست ممبئی
۲	جناب قاری فضل الرحمٰن صاحب ندوی	استاذ شعبۂ حفظ	ممبئی
۳	جناب حافظ عبدالواسع صاحب	استاذ شعبۂ حفظ	مالیگاؤں، ممبئی
۴	جناب مولانا عبدالشکور صاحب ندوی	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	ممبئی
۵	جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ندوی	استاذ معہد (مہپت مئو)	ممبئی
۶	جناب مولانا محمد اسلم صاحب مظاہری، مولوی محمد عرفان ندوی	استاذ دارالعلوم، استاذ معہد (مہپت مئو)	مدراس، وجے واڑہ
۷	جناب مولانا قیصر حسین صاحب ندوی، مولوی عبدالوکیل بارہ بنکوی	استاذ دارالعلوم، کارکن اصلاح معاشرہ	سورت، دھولیہ، واپی، بلساڑ
۸	جناب مولوی شفیق صاحب باندوی ندوی	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	پٹن، پالن پور واطراف
۹	جناب حافظ محمد عقیل صاحب قاسمی	استاذ شعبۂ حفظ	حیدرآباد
۱۰	جناب حافظ محمد ہاشم صاحب قاسمی	استاذ شعبۂ حفظ	اورنگ آباد، جالنہ، پونہ، احمد نگر
۱۱	جناب مولوی محمد انیس صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	بھٹکل، شموگہ، تمکور
۱۲	جناب مولانا رشید احمد صاحب ندوی، مولوی زہیر احسن ندوی	استاذ دارالعلوم، استاذ معہد (سکروری)	بنگلور
۱۳	مولانا محمد مستقیم ندوی، مولوی ساجد علی ندوی، مولوی اکرام الدین صاحب	استاذ دارالعلوم، محرر دارالقضاء، محصل شعبہ	کلکتہ
۱۴	جناب قاری عبداللہ خاں صاحب ندوی، مولوی عبدالسلام ندوی	استاذ دارالعلوم، استاذ معہد (مہپت مئو)	دہلی
۱۵	جناب مولوی محمد اسلم صاحب ندوی	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	پٹن، جوناڈیسہ، جھابی، پالن پور
۱۶	جناب مولوی مسعود احمد صاحب ندوی	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	کانپور
۱۷	جناب مولوی شکیل صاحب ندوی	محرر معہد دارالعلوم (سکروری)	الٰہ آباد
۱۸	جناب مولانا شمیم احمد صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	حیدرآباد، نظام آباد
۱۹	جناب مولوی محمد امجد صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	سنبھل، آسنسول، بردوان، بنگال
۲۰	جناب مولانا مشہود السلام صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	پٹنہ، پھلواری شریف، بہارشریف، مغلسرائے
۲۱	جناب مولوی جوادالحسن صاحب ندوی	استاذ مکتب	بیگوسرائے، بھاگلپور، کھگڑیا، مظفرپور وغیرہ
۲۲	جناب محمد زبیر اعظمی صاحب ندوی	استاذ مکتب	مالدہ، مرشدآباد (بنگال)
۲۳	جناب بسم اللہ خاں صاحب	ناظر مطبخ معہد (سکروری)	گونڈہ، بہرائچ، بلرامپور، سراوستی نگر
۲۴	جناب مولوی محمد نسیم صاحب ندوی	استاذ معہد (مہپت مئو)	کانپور، سندیلہ، غوث گنج
۲۵	جناب مولوی بشیرالدین صاحب	استاذ مکتب	لکھنؤ (شہر)
۲۶	جناب مولوی محمد امتیاز صاحب ندوی	استاذ معہد (مہپت مئو)	لکھنؤ (شہر)
۲۷	جناب قاری بدرالدین صاحب ندوی	استاذ شعبۂ حفظ	لکھنؤ (شہر)
۲۸	جناب حافظ مبین احمد صاحب	استاذ مکتب	لکھنؤ (شہر)
۲۹	جناب مولوی عبدالمتین صاحب ندوی	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	امروہہ، مرادآباد
۳۰	جناب مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی	محصل شعبہ	بنارس، بھدوہی، مرزاپور
۳۱	جناب حافظ عبدالمبین خاں صاحب	محصل شعبہ	سیتاپور، کانپور
۳۲	جناب مولوی ساجد علی صاحب ندوی	محصل شعبہ	کرناٹک کے اضلاع
۳۳	جناب مولانا حفظ الرحمٰن احمد صاحب تھانوی	محصل شعبہ	آسام، جھارکھنڈ و بہار
۳۴	جناب مولوی محمد رضوان صاحب قاسمی	محصل شعبہ	احمد آباد، گجرات
۳۵	جناب حافظ امین اصغر صاحب	محصل شعبہ	علی گڑھ، آگرہ، فیروزآباد، سہارنپور، بلندشہر، سکندرآباد
۳۶	جناب مولانا سید عنایت اللہ صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	اندور، اجین
۳۷	جناب مولوی علیم الدین صاحب ندوی	محصل شعبہ	رتنا گیری، ستارا، پونہ
۳۸	جناب مولوی مسلم صاحب مظاہری	محصل شعبہ	رامپور، مظفرنگر، میرٹھ، بجنور، نجیب آباد
۳۹	جناب مولوی اشرف علی صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	سیوان، چھپرہ، ویشالی، دربھنگہ، سہرسہ، سمستی پور، پٹنہ
۴۰	جناب مولوی عبدالرحیم صاحب ندوی	محصل شعبہ	ناگپور، بھوپال
۴۱	جناب مفتی محمد ظفر عالم صاحب ندوی	استاذ دارالعلوم	پٹنہ واطراف
۴۲	جناب مولوی اسرارالحق صاحب ندوی	استاذ مکتب شہر	لکھنؤ (شہر)
۴۳	جناب مولوی عبدالعزیز صاحب ندوی	محرر کلیۃ اللغۃ العربیۃ	رڑکی، جوالاپور، دہرہ دون
۴۴	جناب مولوی عبدالکبیر صاحب فاروقی	استاذ معہد (مہپت مئو)	کاکوری واطراف لکھنؤ

☆☆☆☆☆☆

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)
Phone : 0522-2741231

ندوة العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)
فون نمبر : ۰۵۲۲-۲۷۴۱۲۳۱

Date ________ باسمہ تعالیٰ تاریخ ________

اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی ودینی خدمت میں مصروف ہے، طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں طلباء کی رہائش کا بڑا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے سال گزشتہ داخلے محدود کرنے پڑے اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہوکر واپس ہوگئی، اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید دارالاقامہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرادی گئی ہے۔

اس جدید دارالاقامہ میں جو تین منزلہ ہوگی ساٹھ کمرے اور تین ہال ہوں گے تاکہ طلباء کی رہائش کے ساتھ دیگر تعلیمی مصروفیات کی تکمیل ہوسکے۔

اس تعمیر پر مبلغ -/2,35,00000 (دو کروڑ ۳۵ لاکھ) روپئے اور ایک کمرہ پر تقریباً چار لاکھ روپئے کے خرچ کا تخمینہ ہے جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا، ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباء علم دین دلجمعی کے ساتھ حاصل کرسکیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہنچے گا،

وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی	(مولانا) محمد واضح رشید ندوی	(پروفیسر) اطہر حسین خالدی	(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء	معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں: **NADWATUL ULAMA**

A/C NO. 10863759733 (State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
P.O. BOX NO. 93, TAGORE MARG,
LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululama.org

MOHD. YASIN MOHD. YAMIN PERFUMERS
EXPORTERS & IMPORTERS
Tayyab Shamama — طیب شمامہ
Shamama Abid Special — شمامہ عابد اسپیشل
Amber Abid — عنبر عابد
Mushk Amber — مشک عنبر
Attar Hena — عطر حنا
Attar Gulab — عطر گلاب
Attar Keora — عطر کیوڑہ
Attar Motia — عطر موتیا
Attar Zafran — عطر زعفران
Rooh Khas — روح خس
Jannatul Firdaus — جنت الفردوس
Majmua — مجموعہ
Kannauj-209725 (U.P.)
Tel. : 05694-234445, 234725, Fax : 234388
Mobile : 09839208298 (Mohd. Furqan)
E-mail : mymykannauj@yahoo.co.in

ماہ مبارک کی عبادت مبارک مبارک!
روز عید کی مسرت مبارک مبارک!
پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

R.U. KHAN
MOBILE : 9335916892, 9415001164
E-mail: acelabelworld@in.com riyazwise@gmail.com
ACE LABEL WORLD
We help make brands!
Manufacturers Quality Woven Labels, Monograms And Tags
VIDHAN SABHA MARG, HAZRAT GANJ, LUCKNOW-01 (U.P.) INDIA

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph. 23460220-23468708

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

CAFE FIRDOS
کیفے فردوس
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-4000

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullovers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001